# دوسرا پتھر



عمران سیریز نمبر 113

# دوسرا پتھر

(دوسرا حصہ)

# پیشرس

ابھی میری علالت کا سلسلہ جاری ہے۔ لیکن اللہ کا کرم ہے کہ میں نے اس کے باوجود بھی کتاب لکھ لی اور آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جسمانی کرب سے ذہن کی مزید کھڑکیاں کھلتی ہیں شائد برحمت پروردگار میرے ساتھ بھی ایسا بھی ہوا ہے۔ جب بھی آنکھ کھلتی ہے تھوڑا بہت لکھ لیتا ہوں۔ جسمانی طور پر اتنا گھٹ گیا ہوں کہ خود اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آتا۔ کبھی آئینے کے سامنے کھڑے ہو جاؤ تو بے اختیار یہی پوچھنے کو جی چاہتا ہے کہ "بڑے میاں کس کا پتہ پوچھ رہے ہو۔"

"ادھر میری خیریت دریافت کرنے کے لئے اتنے خطوط آئے ہیں کہ فرداً فرداً ہر ایک کا جواب لکھنا ناممکن ہے۔ بہر حال میں اپنے سارے محبوں کا بے حد شکر گذار ہوں اور میری دعا ہے کہ اللہ پاک انہیں دینی اور دنیاوی نعمتوں سے نوازیں۔ آمین۔

کچھ بھائی ایسے ہیں کہ اس عالم میں بھی ایسے سوالات کر جاتے ہیں جن کی طرف متوجہ ہوئے بغیر رہا نہیں جاتا۔

ایک بھائی نے پوچھا ہے کہ جمہوریت اچھی یا ڈکٹیٹر شپ۔ اور اسلامی مزاج ان دونوں میں سے کسے سہار سکتا ہے۔

بھائی اگر آپ اسلامی نکتہ نظر سے پوچھتے ہیں تو پہلے بھی کبھی عرض کر چکا ہوں کہ اسلام میں جمہوریت جیسی کسی شے کی گنجائش

نہیں۔ اسلام تو اللہ کی ڈکٹیٹر شپ کا نام ہے۔ جمہوریت میں دھارے کے ساتھ بہنا پڑتا ہے۔ جبکہ اسلام دھارے پر چڑھنے کو کہتے ہیں۔ اسلامی مملکت کے لئے صرف ایک ایماندار فرد کی حکومت کافی ہے کہ وہ ایماندار فرد اپنے احکامات نہیں بلکہ قرآنی احکامات ہم سے منواتا ہے۔ لہٰذا میرے بھائی اسلام اور جمہوریت کو اجماع ضدین سمجھئے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں جمہوری نظام پنپ نہیں سکا۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا۔ یہاں جمہوریت کے علمبرداروں کو بھی ڈکٹیٹر بننا پڑا ہے اور بالآخر یہی چیز ان کے زوال کا باعث بنی کہ زبان پر تو جمہوریت کا نعرہ ہوتا تھا لیکن کرتوت ڈکٹیٹروں سے بھی بدتر۔

غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے۔

پھر جمہوریت کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں صرف ووٹ گنے جاتے ہیں بقول اقبالؒ "بندوں کو پرکھا نہیں جاتا" جو چاہے دولت کے بل بوتے پر بحیثیت امیدوار کھڑا ہو کر منتخب ہو جائے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ دفتر کی کلرکی کے لئے تو آپ کو فرسٹ کلاس گریجویٹ چاہئے۔ لیکن قوم کی باگ ڈور "لٹھ" قسم کے افراد کے ہاتھ میں دے دی جاتی ہے۔ شیخ مرغی سپلائر انگوٹھا چھاپ تو قومی اسمبلی میں پہنچ کر قانون سازی فرمائیں اور سیکنڈ کلاس گریجویٹ کو چپراسی بنانے کے لائق بھی نہ سمجھا جائے۔ ہے سمجھ میں آنے والی بات؟

.....لاحول ولاقوۃ.....

ابن صفی

۳/ نومبر ۱۹۷۹



عمران نے سلیمان کو آواز دی اور وہ بالوں میں کنگھا کرتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور فوراً ہی بولا۔
"اس طرح گھور کر نہ دیکھئے اپنا اپنا شوق ہے۔ وہ دن میں چھ بوتلیں پیا کرتا تھا اور میں دن بھر کنگھا کیا کرتا ہوں۔ اُس پر آپ کے سیکڑوں خرچ ہوتے تھے۔ یہ صرف دو روپے کا کنگھا ہے اور میری حق حلال کی کمائی اس میں شامل ہے۔"
"ابے ہانڈیوں میں جوئیں گرتی ہوں گی۔"
"گرا کریں.... ان میں وٹامن ایکس وائی زیڈ پایا جاتا ہے۔"
"جوزف ہے کہاں۔"
"خوب یاد دلایا۔ شاید آپ آج کل اسے سو روپے یومیہ دے رہے ہیں۔"
"ہاں کیوں نہیں۔ اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ بوتلیں کتنے کی آتی تھیں۔ میں نے کہا تین سو روپے کی۔ کہنے لگا اب آپ مجھے صرف سو روپے دے دیا کیجئے تاکہ مکھن دودھ کھا پی کر جان بنا سکوں۔"
سلیمان نے زوردار قہقہہ لگایا۔
"اس میں دانت نکالنے کی کیا بات ہے۔"
"ہے جناب کیونکہ آپ واقعی بہت بھولے ہیں۔ وہ چرس پینے لگا ہے۔ کسی نے پٹی پڑھا دی ہے مرغن غذاؤں کے ساتھ چرس کوئی جسمانی نقصان نہیں پہنچاتی۔"

عمران سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور سلیمان جلدی جلدی کنگھا کرنے لگا۔

"وہ ہے کہاں؟" عمران نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"ہوتا کہاں اپنے کمرے میں ہے۔"

"تو پھر مر ہی چکا ہوگا کیونکہ خراٹے کی آوازیں بھی نہیں آ رہیں۔"

"اُسے آپ سو روپے یومیہ دیتے ہیں۔ مجھے صرف پچاس دے کر دیکھئے پاس پڑوس کے خراٹے بھی رکوا دوں۔"

"اُسے بلا لاؤ۔"

"سالا چرس کے نشے میں ہوا تو مجھے جان سے مار دے گا۔"

"جاتا ہے یا میں ہی مار دوں جان سے۔"

وہ بدستور کنگھا کرتا ہوا چلا گیا۔ اب عمران نے گلرخ کو آواز دی۔

"جی صاحب جی!" وہ فوری طور پر کمرے میں داخل ہوئی۔ شاید قریب ہی کہیں موجود تھی یا پھر چھپ کر دونوں کی گفتگو سن رہی ہوگی۔

"سلیمان کو کچن میں نہ گھسنے دیا کر۔"

"کیوں صاحب جی۔"

"ہانڈیوں میں جوئیں گراتا ہوگا۔"

"جوئیں نہیں ہیں اس کے سر میں۔"

"تو پھر یہ ہمہ وقت کنگھا کیوں کیا جاتا ہے۔"

"کسی نے اسے بتایا ہے کہ اس طرح زندگی بھر بال سفید نہیں ہوتے۔"

"اچھا.... اچھا۔ ایک کنگھا مجھے بھی لا دے۔"

"آپ بھی صاحب جی....!"

"تجربہ کروں گا۔"

"آپ کے سر میں تو ایک بھی سفید بال نہیں ہے۔ اُس کے بال کھچڑی ہو چلے ہیں۔"

"یہ کھچڑی مسور کی دال بھی بن سکتی ہے۔ بس مجھے غصہ آنے کی دیر ہے۔"

"آپ کو غصہ آئے گا۔"

"کیوں نہیں آئے گا۔"

"کیسے لگیں گے غصے میں۔"

"چل بھاگ ورنہ آ ہی جائے گا۔"

وہ چپ چاپ واپسی کے لئے مڑ گئی۔ تھوڑی دیر بعد جوزف کمرے میں داخل ہوا لیکن سلیمان اُس کے ساتھ نہیں تھا۔ عمران اُسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ کیونکہ اس سے پہلے کبھی اُسے شلوار سوٹ میں نہیں دیکھا تھا۔

"اس طرح مت دیکھو باس...." جوزف کے دانت نکل پڑے۔

"دیکھنے کی چیز لگ رہا ہے....!"

"میں تھوڑا تھوڑا کر کے مسلمان ہو رہا ہوں۔"

"یہ بڑی اچھی بات سنائی تو نے۔ لیکن اچانک اس کی کیوں سوجھی۔"

"اُدھر شیدیوں کے گوٹھ میں ایک مولبی صاحب ہے.. وہ مجھ کو چرس پلا کر لکچر دیا کرتا ہے۔"

"چرس پلا کر۔" عمران اچھل پڑا۔

"ہاں باس وہ کہتا ہے کہ چرس اللہ کی طرف لے جاتی ہے اور شراب کا راستہ شیطان کی طرف جاتا ہے۔ اُس نے مجھے قبروں پر بیٹھے ہوئے فقیروں کو چرس پیتے دکھایا تھا اور کہا تھا کہ یہ لوگ محض چرس کی وجہ سے خدارسیدہ ہوئے ہیں۔"

"ابے یہ چرس آدمی کو اندر سے کھوکھلا کر دیتی ہے۔"

"میں تو کھوکھلا نہیں ہوا۔"

"کب سے پی رہا ہے۔"

"ایک ہفتے سے۔"

"بس ایک ماہ بعد دیکھیو"

"کچھ بھی نہیں ہوگا باس میں دن بھر میں پچاس روپیوں کا مکھن اور دودھ ہضم کر ڈالتا ہوں۔"

"لیکن شیدیوں کے گوٹھ میں تیرا کیا کام۔"

"کالا۔ کالوں ہی میں کھپ سکتا ہے۔"

"اس گھر میں کتنے آبنوس ہیں!"

"کچھ کی اور بات ہے باس۔"

"دفع ہو جا۔ میں تیری طرف سے مایوس ہو چلا ہوں۔"

وہ خاموشی سے واپسی کے لئے مڑ گیا۔

تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔ عمران نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے صفدر کی کمزور سی آواز آئی۔ "میں سول اسپتال سے بول رہا ہوں۔"

"کیوں؟ خیریت تو ہے نا....!"

"زخمی ہو گیا ہوں۔ ران میں گہرا زخم ہے۔ خون بہت ضائع ہوا ہے۔ پرائیویٹ وارڈ کمرہ نمبر ۱۳ میں ہوں۔"

"میں ابھی آیا۔" عمران نے کہا اور جلدی جلدی لباس تبدیل کر کے سول اسپتال کی طرف روانہ ہو گیا۔

صفدر واقعی بہت کمزور نظر آرہا تھا۔

"یہ ہوا کیسے۔" عمران نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"میں نے آپ کو بتایا تھا کہ گاڑی کے قریب ہی میں نے ایک ایسی جگہ دریافت کرلی ہے جہاں چھپ کر میں بہ آسانی گاڑی کی نگرانی کر سکوں گا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد ایک زبردست دھماکا ہوا اور کوئی جلتی ہوئی چیز میری بائیں ران میں چبھ گئی۔ بڑا سا لوہے کا ٹکڑا تھا۔ میں نے اُسے کھینچ لیا۔ بس چھوٹ پڑا خون کا فوارہ خدا کا شکر ہے کہ ہڈی پر ضرب نہیں ہے۔"

"تو تم مجھے یہ اطلاع دے رہے ہو کہ گاڑی دھماکے سے اڑ گئی۔" عمران نے کہا۔

"جی ہاں۔ شاید وہ اُس میں ٹائم بم چھوڑ گئے تھے۔"

"تمہاری طرف سے تشویش ہو گئی ہے۔" عمران بولا۔

"فکر نہ کیجئے بہت جلد ٹھیک ہو جاؤں گا۔"

"بہر حال گاڑی تباہ ہو گئی۔ لیکن اُس کا نمبر محفوظ ہے۔ میں خود دیکھ لوں گا۔"

عمران کچھ دیر بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اور راستے ہی میں ایک پبلک فون بوتھ سے بلیک زیرو کو کال کیا۔

"یس سر!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ایک گاڑی کے رجسٹریشن نمبر میک اور موڈل سے پتا لگانا ہے کہ وہ کس کے نام پر رجسٹر ہے۔!"

"بہت بہتر۔ میں نوٹ کر رہا ہوں۔ آپ فرمائیں۔"

"پی کے تھری سکسٹی ایٹ۔ ٹویوٹا کورولا۔ موڈل سیونٹی سیون۔"

"او کے سر۔۔۔۔"

"جتنی جلدی ممکن ہو سکے۔"

"لل لیکن ٹھہریئے جناب.... ذرا ایک منٹ ہولڈ کیجئے۔ شاید آپ نے صبح کا کوئی اخبار نہیں دیکھا۔"

"میں ضرور نادیکھتا ہوں اخبار۔ آج ضرورت ہی نہیں پیش آئی۔"

"میں ابھی آپ کو بتاتا.... ویسے ہو سکتا ہے مجھے غلط یاد ہو۔"

"جاؤ۔ جلدی کرو۔" عمران نے کہا اور ریسیور کان سے لگائے کھڑا رہا۔

تھوڑی دیر بعد بلیک زیرو کی آواز آئی۔ "یہ کسی شہلا چوہدری کی گاڑی ہے جو کل دو بجے چوری ہو گئی تھی۔ شہلا نے اُس کی گمشدگی کی رپورٹ پرنسٹن کے تھانے میں درج کرائی ہے۔ ساتھ ہی پانچ ہزار روپے انعام کا اعلان بھی کیا ہے۔"

"بس کافی ہے۔" عمران نے کہا اور رابطہ منقطع کر کے گاڑی میں آ بیٹھا۔ اس گاڑی میں وائرلیس ٹیلی فون نہیں تھا۔ آج کل اس کے پاس کئی طرح کے ریڈی میڈ میک اپ ہوا کرتے تھے۔ جنہیں وہ موقع کے اعتبار سے استعمال کرتا رہتا تھا۔

بہر حال اب وہ پھر ایک فون کال کرنا چاہتا تھا۔ لیکن کسی پبلک فون بوتھ سے نہیں۔ لہٰذا اُسے اپنے محکمے کے ایک مہمان خانے کا رخ کرنا پڑا۔ جس کی کنجی اتفاق سے اس وقت اُس کے پاس موجود تھی۔ وہاں پہنچ کر اُس نے فون پر شہلا چوہدری کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس کو رومال سے ڈھانک کر نسوانی آواز میں بولا۔ "شہلا موجود ہیں۔"

"آپ کون ہیں۔" دوسری طرف سے بھی کسی عورت ہی نے پوچھا۔

"میں شاکرہ نجمی ہوں۔"

"ایک منٹ ٹھہریئے انہیں اطلاع دیتی ہوں۔"

عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ہیلو شاکرہ.... خیریت تو ہے.... آج میں کیسے یاد آ گئی۔"

"ایک اشد ضرورت کے تحت۔ تم تو جانتی ہی ہو کہ میں صدا کی خود غرض ہوں۔"

"چلو مانے لیتی ہوں۔ لیکن یہ تمہاری آواز کو کیا ہوا ہے۔"

"دو ماہ ہوئے پہاڑ پر گئی تھی وہاں سے دوکل کارڈ کا مرض لے کر پلٹی ہوں۔ ڈاکٹر آپریشن کی بات کرتے ہیں لیکن میری ہمت نہیں پڑتی۔"

"یہ تو بہت بُری خبر سنائی تم نے۔"

"کیا تم اس وقت میرے پاس آ سکتی ہو۔"

"تمہارے گھر....!"

"نہیں میں اس وقت انکل کے گھر پر ہوں۔ تمہارا بڑا احسان ہو گا اگر آ جاؤ۔"

"ہر چند کہ ڈیڈی نے مجھے کچھ دنوں کے لئے صرف گھر تک محدود کر دیا ہے لیکن میں ضرور آؤں گی۔ تم اپنے انکل کا پتا بتا دو۔"

عمران اُسے پتہ بتانے لگا۔

"میں سمجھ گئی۔ آدھے گھنٹے کے اندر پہنچ جاؤں گی۔"

"بہت بہت شکریہ میں زندگی بھر احسان مند رہوں گی۔"

"بکواس کئے جائے گی۔ میں آ رہی ہوں۔"

عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر طویل سانس لی۔ کچھ سوچتا رہا پھر جلدی جلدی بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا۔ "دیکھو میں اس وقت ٹی تھرٹین میں ہوں۔ شہلا چوہدری یہاں مجھ سے ملنے آ رہی ہے۔ تم خاور اور چوہان کو ٹی تھرٹین کی طرف اس ہدایت کے ساتھ فوراً بھیج دو کہ اگر کوئی شہلا کا تعاقب کرتا ہوا نظر آئے تو اسے کسی حال میں بھی نہ چھوڑیں۔ سائیکو مینشن اٹھا کر لے جائیں۔ اگر وہ اپنے ساتھ اور کسی کو بھی لینا چاہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔"

"بہت بہتر جناب....!"

"جلد از جلد....!" کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

پتا نہیں کیوں اس وقت بہت مگن نظر آرہا تھا۔ نہ آنکھوں میں فکر مندی کے آثار تھے اور نہ پیشانی پر تشویش کی لکیریں۔ بس ایسا لگتا تھا جیسے شکار کھیلنے نکلا ہو۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد اطلاعی گھنٹی بجی اور عمران صدر دروازے کی طرف لپکا۔ دروازہ کھولتے ہی اُس نے شہلا کی تحیر زدہ سے آواز سنی۔

"ارے نہیں....!"

"میں معافی چاہتا ہوں محترمہ۔ آپ سے ملنا بے حد ضروری تھا اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ بھی اختیار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ آپ اندر بے خوف وخطر تشریف لے آیئے۔"

"اوہو.... ایسا بھی کیا۔ مجھے آپ پر اعتماد ہے۔"

اس کے اندر داخل ہو جانے پر عمران نے دروازہ بند کیا اور اُسے سٹنگ روم میں لے آیا۔

"کیا آپ شاکرہ کے انکل ہیں....!" شہلا نے پوچھا۔

"نہیں میں خود ہی شاکرہ بھی ہوں۔ رائفل کلب میں آپ دونوں زیادہ تر ساتھ رہتی تھیں۔ اس لئے اس کا نام یاد رہ گیا تھا۔"

"تو آپ ہی بول رہے تھے۔" اس نے حیرت سے کہا۔

"ہاں اور اس مجبوری کی بناء پر کہ آپ کا فون ٹیپ کیا جارہا ہے۔"

"یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ عمران صاحب ہم بڑی دشواری میں پڑ گئے ہیں۔" اس نے کہا۔ "شاید آپ کو علم نہ ہو کہ ڈاکٹر ڈیوڈ اصل آدمی نہیں تھا۔ کسی کا کارپرداز تھا۔ اصل بلیک میلر کوئی غیر ملکی ہے۔"

"مجھے علم ہے۔ صرف وہی نہیں ٹیپ کرا رہا آپ کا فون بلکہ ہم بھی کررہے ہیں۔ آپ مجھے یہی بتانا چاہتی ہیں نا کہ اُس نے مجھ سے متعلق آپ لوگوں کو خصوصی ہدایات دی ہیں۔"

"جج.... جی.... ہاں۔"

"تب پھر جب آپ کا دل چاہے مجھے بے ہوش کر کے اس کے حوالے کر سکتی ہیں۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ.... لعنت ہے اس پر۔"

"میں سنجیدہ ہوں شہلا صاحبہ۔ خیر اس معاملے کو پھر دیکھیں گے۔ آپ یہ بتایئے کہ آپ کی گاڑی کہاں سے چوری ہوئی تھی۔"

"دن دہاڑے جناب! پرنس اسٹریٹ میں۔ میں شاپنگ کر کے واپس آئی۔ تو گاڑی غائب تھی۔"

"ڈیوڈ کے قتل کے سلسلے میں اُسی کا استعمال ہوا تھا۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"کیا گاڑی کی ڈگی میں کوئی فالتو پہیہ موجود تھا۔"

شہلا اُسے حیرت سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "جی نہیں۔"

"بس تو پھر وہی گاڑی تھی۔ قاتل آپ کی موڈل ٹاؤن والی کوٹھی کے عقبی پارک کی دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہوا تھا۔ واپسی پر اُس نے دیکھا کہ گاڑی کا ایک ٹائر فلیٹ ہو چکا ہے۔ اس نے اسپئیر وہیل تلاش کیا ہوگا نہ ملنے پر گاڑی کو ایک قریبی خشک نالے میں دھکیل لے گیا۔ اور پھر اُس میں ایک ٹائم بم بھی چھوڑ گیا۔"

"خدا کی پناہ تو وہ دھماکہ جس کا ذکر اخبارات میں آیا ہے۔"

"آپ کی گاڑی میں ہوا تھا اور اس کے پرخچے اڑ گئے تھے۔"

شہلا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ بھی بلیک میلر ہیں۔"

"ابھی میرے بارے میں آپ بہت کچھ سنیں گی۔ مثلاً منہ سے لوہے کے گولے نکالتا ہے۔ ریزر بلیڈ چباتا ہے اور زندہ سانپ کو ککڑی کی طرح کرر کرر چباڈالتا ہے۔"

"سنجیدگی اختیار کیجئے عمران صاحب میں بہت پریشان ہوں۔"

"ارے محترمہ..... میں..... لیکن ٹھہریئے۔ کیا میں آپ پر اعتماد کر سکتا ہوں۔"

"اُسی طرح جیسے میں نے آپ پر اعتماد کر لیا ہے۔"

"اچھا تو سنئے میں محکمہ خارجہ کے شعبہ کارِ خاص سے تعلق رکھتا ہوں۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔"

"کیا ٹھیک ہے۔"

"میں آپ پر اعتماد کر لوں گی۔"

"نہ کریں تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن دوسری اہم بات یہ ہے کہ آپ کی گاڑی چوری نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ اُسے وہاں سے آپ کے والد صاحب لے گئے تھے۔ وہ خاصے جانے

پہچانے آدمی ہیں۔ جب میرے آدمی اس کے بارے میں چھان بین کر رہے تھے تو ایک فرد ایسا بھی ملا جس نے آپ کے والد کو گاڑی لے جاتے دیکھا تھا۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" وہ چمک کر بولی۔

"یہی کہ وہ بیچارے اس قابل کہاں کہ عقبی پارک کی دیوار پھلانگ سکیں۔ لیکن گاڑی انہی کے توسط سے قاتلوں تک پہنچی تھی۔"

"اگر یہ بات ہوتی تو وہ مجھے گمشدگی کی رپورٹ نہ درج کرانے دیتے۔"

"بس سوچتی رہئے لیکن ہوا یہی ہے۔"

"اچھا ایک بات اور..... میں جب بھی باہر نکلتی ہوں میرا تعاقب کیا جاتا ہے۔ ایک یوریشین لڑکی اسکوٹر پر ہوتی ہے۔ اس وقت بھی وہ میرے پیچھے پیچھے آئی تھی۔"

"اب تعاقب نہ کر سکے گی۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"واپسی پر اندازہ لگا لیجئے گا۔" عمران نے کہا۔ "کیونکہ اب وہ میرے آدمیوں کی تحویل میں ہو گی۔"

"خیر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر کسی نے چھیڑ چھاڑ کی تو مارا جائے گا۔" شہلا نے کہا اور وینٹی بیگ سے اعشاریہ تین دو کا ریوالور نکال کر عمران کو دکھایا۔

"پرمٹ ہے اس کا۔"

"جی ہاں۔ پکا پرمٹ....!"

"ٹھیک ہے۔ آپ بہت دلیر لڑکی ہیں میں جانتا ہوں۔ اچھا خیر اب آپ جائیے میں آپ سے رابطہ رکھوں گا۔ لیکن ٹھہریئے یہ بھی دکھادوں کہ میرا حلیہ کیا ہو گا۔ عمران نے کہا اور اُسے وہیں بٹھا کر خود دوسرے کمرے میں چلا گیا۔"

شہلا خاصی پریشان نظر آنے لگی تھی اور پھر جب پانچ یا چھ منٹ بعد عمران کی واپسی ہوئی تو وہ چونک پڑی.... اٹھ ہی رہی تھی کہ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ "بیٹھی رہئے میں ہوں۔"

"خدا کی پناہ آپ بہروپئے بھی ہیں۔"

عمران نے اپنا ایک ریڈیمیڈ میک اپ استعمال کیا تھا۔

"اچھی طرح دیکھ لیجئے۔ میں اسی روپ میں آپ سے ملا کروں گا۔"

"آپ واقعی باکمال آدمی ہیں۔" وہ اٹھتی ہوئی بولی۔ اور عمران سے مصافحہ کر کے رخصت ہونے لگی تو عمران نے کہا۔

"یاد رکھئے گا اس میک اپ میں میرا نام راشد پٹھان ہے۔"



واقعی وہ ایک سفید فام لڑکی ہی تھی اور بڑی مشکلوں سے چوہان اور خاور کے قابو میں آئی تھی اور پھر اُسے اسکوٹر سمیت سائیکو مینشن میں پہنچا کر وہاں کی حوالات میں ڈال دیا گیا۔ جولیا کو ایکس ٹو کی طرف سے اطلاع ملی کہ عمران کے علاوہ اور کوئی اُس لڑکی سے کسی قسم کی گفتگو کرنے کی کوشش نہ کرے۔

اُدھر عمران ابھی تک اُسی عمارت میں تھا جہاں اُس نے شہلا چوہدری سے ملاقات کی تھی۔ کچھ دیر بعد چلنے ہی والا تھا کہ بلیک زیرو کی کال آئی۔ وہ عمران کو اطلاع دے رہا تھا۔ "وہ ایک سفید فام لڑکی تھی جناب خود میں بھی نکل کھڑا ہوا تھا۔ بچشم خود اُسے دیکھا۔ اُس نے ٹھیک ٹی تھرٹین کے سامنے اپنی گاڑی روک دی تھی اور بیٹھ کر اُس کے انجن کو دیکھنے لگی تھی۔ گویا ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ اسکوٹر کے انجن نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ کچھ دیر بعد خاور اس کے قریب پہنچ کر بڑے ادب سے بولا۔ "کیا میں کوئی مدد کر سکتا ہوں۔" وہ شکریئے کے ساتھ اس پر راضی ہوگئی۔ خاور نے جلد ہی معلوم کر لیا کہ بیٹری کے تار کا ٹرمینل ڈھیلا ہے۔ اس نے جیب سے ایک چھوٹا پیسہ نکال کر اُسے کسی قدر خم کیا اور ٹرمینل کے گرد لگا کر اُسے ٹائٹ کر دیا۔ اس بار گاڑی اسٹارٹ ہوگئی اور لڑکی ایک بار پھر اُس کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے روانہ ہوگئی۔ چوہان اور خاور نے اپنی گاڑی سامنے والی گلی میں پارک کی تھی اور ادھر اُدھر ٹہل گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد لڑکی کا اسکوٹر پھر اُدھر ہی پلٹ آیا اور اتفاق سے اس بار اس نے بھی اسکوٹر وہیں روکا جہاں صفدر اور چوہان کی گاڑی پارک تھی لیکن وہ دونوں وہاں موجود نہیں تھے۔ اسکوٹر وہیں چھوڑ کر وہ ٹی تھرٹین کی طرف بڑھ گئی۔ خاور اور چوہان جہاں تھے وہاں سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے

اُسے ٹی تھرٹین کے پائیں باغ میں داخل ہوتے دیکھا۔ جہاں شہلا چوہدری کی اور آپ کی گاڑی پارک تھی وہ دونوں الرٹ ہوگئے۔ چوہان جو دوسری پوزیشن پر تھا اُس نے اُسے اپنا اسکوٹر بھی وہیں روکتے دیکھا تھا۔ جہاں خود اُس کی گاڑی پارک تھی۔"

"کہانی کو مختصر کرو۔" عمران جلدی سے بولا۔

"پھر یہ ہوا جناب کہ چوہان نے اسکوٹر کی بیٹری کے ٹرمینل سے وہ پیسہ نکال دیا جو خاور نے اُسے ٹائٹ کرنے کے لئے لگایا تھا۔ اتفاق سے اس وقت وہاں بالکل سناٹا تھا۔ گاڑیاں بھی نہیں گذر رہی تھیں۔ اس لئے وہ سب کچھ بہ آسانی ہوگیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد انہوں نے لڑکی کو پائیں باغ سے برآمد ہوتے دیکھا۔ وہ گلی میں پہنچی ہی تھی کہ شہلا چوہدری کی کار پائیں باغ سے برآمد ہوئی۔ ادھر اس نے اپنا اسکوٹر اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی اور جب اسٹارٹ نہ ہوا تو پھر بیٹھ کر ٹرمینل کے ساتھ وہی کرنے جارہی تھی جو خاور نے کیا تھا کہ ان دونوں نے اسے آلیا۔ اب شائد بات اُس کی سمجھ میں آگئی تھی۔ اس لئے مرنے مارنے پر آمادہ ہوگئی۔ بہت تیز معلوم ہوتی تھی۔ جوڈو کراٹے پر بھی دسترس رکھتی ہے۔ بڑی مشکلوں سے قابو میں آئی۔ چوہان کو اس پر ڈارٹ گن چلانی پڑی تھی۔ جب بیہوش ہوگئی تو اٹھا کر گاڑی میں ڈال دیا گیا۔ میں نے جولیا کو ہدایت دی ہے کہ اُسے محکماتی حوالات میں ڈال دیا جائے اور آپ کے علاوہ اس سے کوئی بھی گفتگو نہیں کرسکتا۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔" کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی گاڑی سائیکو مینشن کی طرف جارہی تھی اور اب وہ راشد پٹھان کے میک اپ کی بجائے سائیکو مینشن کے ایک ماہر نفسیات کے میک اپ میں تھا۔

جس وقت وہ سائیکو مینشن کی حوالات میں داخل ہوا لڑکی ہوش میں تھی اُسے دیکھتے ہی اٹھ بیٹھی۔

"میں کہاں ہوں اور تم کون ہو۔ میرے ساتھ جو غیر قانونی حرکت ہوئی ہے اس کے لئے تمہیں بھگتنا پڑے گا۔"

"آرام سے بیٹھی رہو۔" عمران نے ہاتھ اٹھا کر نرمی سے کہا "یہ ذہنی مریضوں کا ہسپتال ہے۔"

"اچھا تو پھر یہاں میرا کیا کام۔ بس مجھے اتنا یاد ہے کہ دو بدمعاشوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا میں ان

کا مقابلہ کرتی رہی۔ جب مجھ پر قابو نہ پا سکے تو کسی نے ڈارٹ گن چلائی اور میں بے ہوش ہو گئی۔"

"ہاں تم بے ہوشی ہی کی حالت میں یہاں لائی گئی تھیں۔ وہ بدمعاش نہیں تھے بلکہ ان کا تعلق ایک سرکاری محکمے سے ہے جو ذہنی امراض میں مبتلا لوگوں کے بارے میں چھان بین کر کے انہیں جبراً یہاں لے آتے ہیں۔ اور یہ بھی ایک سرکاری ادارہ ہے۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں تو نہیں آ رہیں۔"

"دیکھو یہ سب کچھ ایک معزز آدمی مسٹر راشد پٹھان کی شکایت پر ہوا ہے کیونکہ تم اس کی محبوبہ شہلا چوہدری کا تعاقب کرتی ہو۔"

دفعتاً لڑکی نے زوردار قہقہہ لگا کر کہا۔ "اچھا تو یہ بات ہے؟"

"ہاں یہی بات ہے....!"

"تب تو پھر راشد پٹھان میرا رقیب ٹھہرا۔" وہ بڑی ڈھٹائی سے بولی۔

"اوہ تو تم واقعی اُس لڑکی شہلا چوہدری کا تعاقب کرتی ہو۔"

"بہت دنوں سے۔ جب سے اُسے دیکھا ہے وہ مجھے بہت اچھی لگتی ہے دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔"

"تو اس سے تعارف کیوں نہ حاصل کر لیا۔"

"صورت سے مغرور بھی تو لگتی ہے۔ اگر گھاس نہ ڈالی تو میرا دل ٹوٹ جائے گا۔"

"اب تم خود ہی بتاؤ کہ تمہارے لئے ذہنی شفاخانہ ضروری ہے یا نہیں۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ سر جھکائے بیٹھی رہی۔

"یہ ایک غیر فطری اور غلط رجحان ہے۔ کیا تمہارے باپ اور بھائی بہت ظالم ہیں؟"

"بہت زیادہ ڈاکٹر۔"

"کس ملک سے تعلق رکھتی ہو....!"

"سویڈن سے۔"

"لیکن وہاں کے مرد تو بے حد شریف ہوتے ہیں۔"

"سب نہیں ڈاکٹر۔ کچھ تو انتہائی درجے کے اذیت پسند ہوتے ہیں۔ اب میرے باپ ہی کو لے لو۔ ذرا ذرا سی بات پر بھی میری بوڑھی ماں کو مارتا پیٹتا رہتا ہے۔"

"تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا۔"

"تم نے پوچھا کب تھا۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "میں کلارا ڈکسن ہوں۔"

"لیکن یہ نام سوئیڈش تو نہیں معلوم ہوتا۔"

"میری پیدائش انگلینڈ میں ہوئی تھی۔ میرا باپ اُن دنوں سفارت خانے میں ملازم تھا۔"

"اس وقت بھی وہ اذیت پسند تھا۔"

"کیا بتاؤں ڈاکٹر میری پیدائش بھی اس کی اذیت پسندی کا نتیجہ ہے۔ میری ماں پورے دن سے تھی کہ ایک روز میرے ظالم باپ نے اس کے پیٹ پر ٹھوکر رسید کردی۔ بس میرے ماں مرتے مرتے بچی تھی اور مجھے شائد زبردستی دنیا میں آنا پڑا تھا۔ آپریشن ہوا تھا۔"

"مجھے تم سے ہمدردی ہے لڑکی۔"

"لیکن میں ساری دنیا کے مردوں سے شدید نفرت کرتی ہوں۔"

"ضرور ضرور۔" وہ سر ہلا کر بولا۔ "ایسے حالات میں یہ ناگزیر ہے۔"

"تو پھر تم مجھ سے میرا یہ کومپلکس مت چھینو۔"

"ہم مجبور ہیں لڑکی ہم جنس پرستی سوئیڈن کی طرح ہمارے یہاں قانونی حیثیت نہیں رکھتی۔ قابل سزا جرم ہے۔"

"بس میں اُسے دیکھتی ہی تو ہوں۔ کبھی مل بیٹھنے کی کوشش نہیں کی۔"

"کیا تم ہر وقت دستانے پہنے رہتی ہو۔"

"ہاں ڈاکٹر میرے ہاتھ ہر وقت ٹھنڈے رہتے ہیں۔ اگر دستانے نہ پہنوں تو ہاتھوں میں درد ہونے لگتا ہے۔"

"اچھی بات ہے تو فی الحال ہم اسی کا علاج کریں گے۔ تم سے تمہارا کومپلکس نہیں چھینیں گے۔"

"شکریہ ڈاکٹر! لیکن میں اُس شخص سے ضرور ملنا چاہوں گی جس کی شکایت پر یہاں پہنچائی گئی ہوں۔"

"تمہاری یہ خواہش فوراً پوری کردی جائے گی۔" ڈاکٹر اٹھتا ہوا بولا۔ "میں اسے ابھی بھیجتا ہوں۔"

ڈاکٹر چلا گیا اور اس نے قفل میں کنجی گھومنے کی آواز سنی۔ دفعتاً اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی۔ آنکھیں سرخ ہو گئیں اور وہ کسی بھوکی شیرنی کی طرح غرانے لگی۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ پھر کھلا اور عمران راشد پٹھان کے میک اپ میں اندر داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی وہ پھر معمول پر آ گئی۔ عجیب سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر رقص کرنے لگی۔ کیونکہ پہلی ہی نظر میں وہ اسے اول درجے کا بیوقوف لگا تھا۔ اس کی آنکھوں کی بناوٹ ہی ایسی تھی جیسے پیدائشی احمق ہو۔

"تم راشد پٹھان ہو۔" اس نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا۔

"ب.... ب.... بالکل....!"

"میرے ساتھ یہ برتاؤ کیوں کیا؟"

"تم لفنگی ہو۔"

"کیا مطلب....!"

"شہلا کا پیچھا کیوں کرتی ہو؟"

"وہ مجھے اچھی لگتی ہے۔"

"ارے واہ کیا بات ہوئی۔ یہاں عورتیں عورتوں کا پیچھا نہیں کرتیں۔ ہم بے حد شریف لوگ ہیں۔"

"ہوا کرو۔ لیکن میں سوئیڈش ہوں ہمارے یہاں ایسی کوئی پابندی نہیں۔"

"تو پھر سوئیڈن ہی چلی جاؤ۔"

"اُسے بھی ساتھ لے جاؤں گی۔ تم دیکھ لینا۔"

"ارے جاؤ.... لے جا چکیں.... وہ.... وہ میری ہونے والی منگیتر ہے۔ بہت جلد ہماری منگنی کا اعلان ہو جائے گا۔"

"اس کے باوجود بھی میں اسے یہاں نہیں رہنے دوں گی۔ تمہارا دل چاہے تو تم بھی چلو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ ہم دونوں مل کر اسے چاہیں گے۔"

"مم.... میں اپنے والد صاحب سے پوچھ کر بتاؤں گا۔" عمران بوکھلا کر بولا۔

"اتنے بڑے ہو گئے ہو اور اب بھی باپ سے پوچھ کر بتاؤ گے۔"

"ہاں ہمارے ہاں یہی ہوتا ہے۔"

"تم مسلمان لوگ بھی عجیب ہو....!"

"تم مسلمانوں کے بارے میں کیا جانو....!"

"میں نے باقاعدہ اسٹڈی کی ہے۔ اور کچھ دنوں تک مسلمان بھی رہ چکی ہوں۔"

"کچھ دنوں تک کی کیا بات ہوئی۔"

"ایک انڈونیشی لڑکی سے محبت ہوگئی تھی۔ اُسے مزید متاثر کرنے کے لئے۔"

"اس کے بعد....!"

"دراصل میں کسی بھی مذہب سے تعلق نہیں رکھتی۔"

"خیر مجھے کیا!" عمران شانے سکوڑ کر بولا۔

"لیکن تم لوگ بڑی عجیب قوم ہو۔ کہتے ہو نا کہ ساری دنیا کے مسلمان ایک قوم ہیں۔"

"ہاں ہیں۔ بالکل ہیں۔ یہاں خون یا مٹی سے قوم نہیں بنتی۔ بلکہ دین بناتا ہے قوم۔"

"میں یہ کہہ رہی تھی کہ تمہارے یہاں اخوت و مساوات کے بڑے چرچے ہیں لیکن تمہاری قوم کے پچھتر فیصد افراد فقر و فاقہ اور صبر و قناعت کی زندگی گذارتے ہیں اور پچیس فیصد کا یہ عالم ہے کہ دن بھر میں دو ڈھائی پونڈ لیونڈر اپنے کپڑوں پر اسپرے کر ڈالتے ہیں۔ دور کیوں جاؤ حال ہی میں تمہارے ملک سے لاکھوں روپیوں کے شکاری باز خریدے گئے ہیں۔"

"ارے وہ تیل والے عرب بھائی تھے۔"

"تمہاری ہی قوم کے فرد تھے۔"

"بالکل تھے۔"

"تو پھر یہ کیسی اخوت و مساوات ہے کیا وہی رقم جو بازوں پر ضائع کی گئی تمہاری فاقہ زدہ آبادیوں کے کام نہیں آسکتی تھی۔"

"یہ معاملہ بڑا ٹیڑھا ہے۔"

"آخر کیوں ٹیڑھا ہے۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ ہمارا صحیفۂ آسمانی اُنہی کی زبان میں اُترا ہے۔ اور تم یہ بھی جانتی ہوگی کہ عربی کے ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہیں۔ ہوسکتا ہے بعض الفاظ سے تیل والوں کو اس کی

چھوٹ مل گئی ہو۔"

"مجھ سے نہیں اڑ سکتے۔ میں نے بہت پڑھا ہے۔ مال کے بارے میں تمہارے یہاں بنیادی اصول یہ ہے کہ سارا مال خدا کا ہے اور لوگوں کے پاس اللہ کی امانت کے طور پر رہتا ہے۔ اور اسے صرف اُسی کے احکامات کے تحت صرف کیا جاسکتا ہے۔"

عمران بغلیں جھانکنے لگا اور وہ ہنس کر بولی۔ "ساری دنیا کے مذاہب کا لٹریچر اکٹھا کر دیا جائے تو اسلامی لٹریچر کا عشر عشیر بھی نہ ثابت ہوگا۔ اس کے باوجود بھی تم لوگوں کا یہ حال ہے۔"

عمران کا سارا جسم پسینے سے بھیگ چکا تھا۔ بار بار تھوک نگل رہا تھا۔ وہ پھر کچھ کہنے والی تھی کہ دروازہ کھلا اور جولیانا فٹنر واٹر نرس کے لباس میں اندر داخل ہوئی۔

"اُوہ۔ تو سچ مچ یہ کوئی ہسپتال ہی ہے۔" کلارا چونک کر بولی۔

"ہاں بھئی اور کیا۔ ہم جھوٹے تو نہیں ہیں۔ یہاں ذہنی امراض کا علاج ہوتا ہے۔" عمران نے کہا۔

جولیا نے عمران سے کہا۔ "انہیں کلینک میں چلنا ہے۔"

کلارا اٹھتی ہوئی بولی۔ "ضرور ضرور.... میں دیکھوں گی کہ تم میرا یہ کومپلکس کیسے دور کرتے ہو۔"

وہ راہداری میں نکل آئے اور کلارا چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"عمارت شاندار لگتی ہے کیا میں پوری عمارت دیکھ سکوں گی۔"

"ضرور، ضرور۔ ایک ایک کمرہ....!" جولیا نے کہا۔ "اچھا تو چلو پہلے تمہیں پوری عمارت ہی دکھادی جائے۔"

"تمہارا بہت بہت شکریہ۔"

کلارا اور جولیا ساتھ ساتھ چل رہی تھیں اور عمران ان کے پیچھے تھا۔ وہ دونوں ایک بڑے کمرے میں داخل ہوئیں اور عمران دروازے ہی پر رک گیا۔ لیکن جولیا مڑ کر بولی۔ "آؤ تم بھی آؤ۔ تم تو ہمارے انچارج کے دوست ہو۔ تم سے کیا پردہ۔"

عمران ہچکچاہٹ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ جولیا نے دروازہ بند کر دیا اور کلارا سے بولی۔ "کلوز سرکٹ ٹی وی پر میں تمہیں پورا کلینک دکھادوں گی۔"

"تم لوگوں نے بھی خاصی ترقی کرلی ہے۔" کلارا کے لہجے میں حیرت تھی۔ چھبیس انچ اسکرین والے ٹی وی کا سوئچ آن کردیا گیا۔ جولیا ریموٹ کنٹرول استعمال کر رہی تھی۔

سب سے پہلے تجربہ گاہ کا منظر دکھائی دیا۔ پھر وہ کمرے دکھائے گئے جہاں مریض آرام و آسائش کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اچانک کلارا کے حلق سے گھٹی گھٹی سی آواز نکلی اور عمران بھی خوفزدہ لہجے میں "مائی فادر" کہہ کر رہ گیا۔ کیونکہ اس کمرے میں بیشمار سانپ فرش پر رینگ رہے تھے۔"

"اس کا کیا مطلب ہے!" کلارا نے پوچھا۔

"بعض مریضوں کا طریق علاج۔"

منظر پھر بدلا۔ اس کمرے میں بہت بڑے بڑے گوشت خور چوہے ایک مردہ بکرے پر ٹوٹے پڑ رہے تھے۔

"خدایا۔ یہ بھی طریق علاج ہے۔" کلارا آہستہ سے بولی۔

"ہاں یہ بھی ہے۔" جولیا نے کہا اور اُس منظر کو فریز کر دیا۔

"کیوں کیا۔ میرا طریق علاج یہی ہوگا۔"

"نہیں یہ بات نہیں۔ دراصل ہمارے چیف کی کال آنے والی ہے۔ وہ تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔"

دفعتاً کمرے میں ٹیپ.......... کی آوازیں گونجنے لگیں پھر ایکسٹو یعنی بلیک زیرو کی آواز آئی۔

"شام بخیر مس ڈکسن۔"

"شام بخیر مسٹر چیف۔" کلارا نے مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں جواب دیا۔

"تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔"

"ابھی تک تو نہیں ہے۔"

"اور مس ڈکسن اَب سچی بات۔"

"کیا مطلب۔ مسٹر چیف.....!"

"تمہارا اُس بلیک میلر سے کیا تعلق ہے جس نے ڈاکٹر ڈیوڈ کو قتل کرایا۔"

"میں یہ نام پہلی بار سن رہی ہوں مسٹر چیف۔"

"کیا تمہیں چوہوں والے کمرے میں بند کر دیا جائے۔"

"وہ کس لئے مسٹر چیف.....!"

"سچی بات اگلوانے کے لئے۔ نرس منظر کو ڈی فریز کر دو۔"

ٹی وی پھر چلنے لگا۔ چوہے بکرے کی لاش چٹ کر جانے کے بعد آپس ہی میں الجھ پڑے تھے۔ ایک دوسرے پر حملہ کر رہے تھے۔

"اچھا تو مسٹر چیف۔ تم مجھے مرعوب کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ میں کسی ڈاکٹر ڈیوڈ کو نہیں جانتی۔ میرا فرسٹ کزن سوئیڈن کے سفارت خانے میں سیکنڈ سیکریٹری ہے۔ پیری انگلھم نام ہے۔ میں تفریحی سفر پر یہاں آئی ہوں اور اُسی کے ساتھ مقیم ہوں۔ تم تصدیق کر سکتے ہو۔"

"تو تم ڈاکٹر فوریل کو بھی نہیں جانتی۔"

"نہیں مسٹر چیف.....!"

"اور تمہارا اس گروہ سے کوئی تعلق نہیں ہے جس نے ایک پتھر کا آدمی شہر میں چھوڑ رکھا ہے۔"

"میں نے اس حیرت انگیز آدمی کے بارے میں سنا ضرور ہے لیکن دیکھا نہیں۔ میرا کسی قسم کے کسی گروہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"اچھی بات ہے مس ڈکسن تم اس کمرے میں ضرور جاؤ گی۔"

کلارا نے قہقہہ لگایا اور بولی۔ "ضرور مسٹر چیف میں تیار ہوں لیکن وہاں بھی سچی ہی بات میری زبان سے نکلے گی۔"

اس بار ایکس ٹو کی آواز نہیں آئی تھی۔ جولیا نے ٹی وی بند کر دیا۔ دروازہ خود بخود کھلا اور دو افراد اسٹین گنیں سنبھالے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔

"ارے مجھ بیچاری کے لئے اس کی کیا ضرورت تھی۔" کلارا نے کہا۔ "میں بخوشی اس امتحان میں شریک ہونا چاہتی ہوں۔"

جولیا نے مسلح آدمیوں کو اشارہ کیا۔ اور وہ کلارا کو کمرے سے نکال لے گئے۔

جولیا عمران کی طرف مڑ کر بولی۔ "اب کیا خیال ہے مسٹر راشد پٹھان۔"

"اس نے میری عقل چکرا دی ہے۔ اس نے قبل اسلام پر بحث کر کے مجھے زچ کیا تھا اور اب

یہ دیکھو۔ خیر آن کرو ٹی وی اور ان آلات پر بھی نظر رکھنا جن سے چوہے کنٹرول ہوتے ہیں۔"

جولیا نے ریموٹ کنٹرول کے مختلف بٹن دبائے۔ کمرے کا منظر پھر ٹی وی پر نظر آیا۔ لیکن اب کمرے کا آدھا فرش بالکل صاف ہو گیا تھا اور چوہے ایک مخصوص حد کے اندر اچھل کود رہے تھے۔ دروازہ کھلا اور کلارا کو اندر دھکیل دیا گیا۔ دروازہ پھر بند ہو گیا۔ کلارا کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ چوہے اُسے دیکھ کر مزید پرجوش نظر آنے لگے تھے لیکن اپنی اُسی حد کے اندر جس میں کچھ دیر پہلے نظر آ رہے تھے۔

دفعتاً کلارا ٹی وی کیمرے کی طرف رخ کر کے زور سے ہنسی اور بولی۔ "غالباً تم دونوں دیکھ رہے ہو گے۔"

"ہاں، ہم دیکھ رہے ہیں۔" جولیا نے اونچی آواز میں کہا۔

"اب تم سچ بول سکو گی۔"

"محض دھمکی سے؟" کلارا نے سوال کیا۔

"کیا مطلب!" جولیا جھنجھلا کر بولی۔

"ان چوہوں کو مجھ پر حملہ آور ہونے دو۔ ان کے لئے کوئی حد نہ مقرر کرو۔ ویسے میں اعتراف کروں گی کہ تم حقیر لوگ بھی خاصی ترقی کر گئے ہو۔"

عمران جولیا کی طرف دیکھ کر رہ گیا کچھ بولا نہیں۔

جولیا بھی جواب طلب نظروں سے عمران کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ آخر عمران نے آہستہ سے کہا۔ "صرف تین چوہے ریلیز کرو۔"

جولیا نے پھر ریموٹ کنٹرول کا ایک بٹن دبایا۔ تین چوہے اُچھل کر کلارا کے سینے پر آئے لیکن وہ جوں کی توں کھڑی رہی اور ساتھ ہی ہنستی بھی رہی۔ چوہے اس کے سینے میں اپنے دانت اُتار دینے کی کوشش کر رہے تھے لیکن شائد انہیں اس میں ناکامی ہو رہی تھی۔

عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "خدا کی پناہ.... دوسرا پتھر!"

"کیا مطلب....!"

"تم دیکھ نہیں رہیں۔ جلدی سے خطرے کا الارم بجاؤ۔ ورنہ یہ اب توڑ پھوڑ کرتی ہوئی یہاں سے نکل بھاگے گی۔ لاؤ ریموٹ کنٹرول ادھر لاؤ جا کر الارم بجاؤ اور مسلح آدمیوں کو

ہوشیار کردو۔"

جولیا نے فوراً تعمیل کی۔ اُدھر ٹی وی کی اسکرین کا منظر دہشت ناک تھا۔ کلارا نے تینوں چوہوں کی ٹانگیں چیر چیر کر انہیں دوسرے چوہوں کی طرف اچھال دیا تھا اور وہ اُن پر ٹوٹ پڑے تھے۔

کلارا نے پھر کیمرے کی طرف دیکھا۔ عمران کو اُس کی آنکھیں اپنی آنکھوں میں چبھتی ہوئی سی محسوس ہو رہی تھیں۔

"کہو تو اب ان سبھوں کو کچل کر رکھ دوں۔" کلارا نے بلند آواز سے کہا۔

عمران خاموش رہا۔ وہ اُسے دیکھ نہ سکتی تھی لیکن آواز بہر حال سن لیتی اور عمران بحیثیت راشد پٹھان یہاں اپنے اختیارات کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دفعتاً خطرے کا الارم بجنے لگا۔

اُدھر کلارا کی ایک ہی ٹکر سے کمرے کا دروازہ پاش پاش ہو گیا۔ عمران نے ریموٹ کنٹرول کے سارے سوئچ آف کر دیئے اور ٹی وی کا اسکرین تاریک ہو گیا۔ پھر وہ خاصی بوکھلاہٹ کے ساتھ اس کمرے میں بر آمد ہوا تھا۔

اس نے ٹامی گنوں کی تڑتڑاہٹ سنی۔ ساتھ ہی کلارا کے قہقہے بھی سن رہا تھا۔ کئی ایسی چیخیں بھی سنیں جیسے چیخنے والے دم توڑ رہے ہوں۔

وہ دیوانوں کی طرح اِدھر اُدھر دوڑتا پھر رہا تھا۔ لیکن کلارا سے مڈ بھیڑ نہ ہوئی۔ آخر وہ اپنے مخصوص کمرے میں جا گھسا اور دروازہ مقفل کر کے مائک پر ایکس ٹو کی آواز میں چیخنے لگا۔

"اسے نکل جانے دو۔ روکنے کی کوشش نہ کرو۔ یہ بھی سنگزاد بن گئی ہے۔"

پھر شائد اس کی ہدائت پر فوری طور پر عمل ہوا تھا اور کلارا کے راستے کی رکاوٹیں خود بخود دور ہوتی چلی گئی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد سائیکو مینشن پر قبرستان کا سناٹا طاری ہو گیا تھا اور پھر آخر میں پانچ مسلح آدمیوں کی موت کی خبر ملی۔

عمران نے اپنے کمرے سے نکل کر جولیا کی تلاش شروع کر دی۔ لیکن اس کا کہیں پتا نہ تھا۔ آخر کسی نے بتایا کہ وہ اُس لڑکی کلارا کے کاندھے پر بے ہوش پڑی تھی۔

"خدا کی پناہ۔" عمران بڑبڑایا۔ "تو وہ اُسے بھی لے گئی۔"

سب سے زیادہ فکر اُسے اس بات کی تھی کہ اب سائیکو مینشن کا راز بھی آشکار ہو جائے گا۔



آئی ایس آئی کا ڈائریکٹر بے چینی سے سروسز کلب کے لان پر ٹہل رہا تھا۔ شائد کسی کا منتظر تھا۔

تھوڑی دیر بعد ایک گاڑی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور پارکنگ لاٹ پر جا رکی۔ اُس پر سے ایک خمیدہ کمر والا بوڑھا اُترا اور چھڑی ٹیکتا ہوا کرنل فیضی کی طرف بڑھنے لگا۔

"اسلام علیکم کرنل صاحب۔" اس نے قریب پہنچ کر کہا۔

"وعلیکم السلام! میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔"

"حالانکہ آپ میرے ہی منتظر تھے۔"

"ارے نہیں۔ خدا کی پناہ۔ مسٹر عمران۔"

"مجبوراً بہروپیا پن کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔ ورنہ شائد میں آپ تک پہنچ ہی نہ سکتا۔ ایسا لگتا ہے جیسے آدھا شہر اُن ہی لوگوں کا ایجنٹ بن گیا ہو۔"

"چلئے چلئے۔ اندر بیٹھ کر گفتگو ہو گی۔"

وہ اُسے اپنے مخصوص کیبن میں لایا اور عمران اُسے شروع سے اب تک کی کہانی سنانے لگا۔

کرنل فیضی بار بار پیشانی سے پسینہ پونچھ رہا تھا۔ آخر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "کیوں نہ اُس عورت فوریلی کو گرفتار کر لیا جائے۔"

"وہ بہت باخبر لوگ ہیں کرنل صاحب! اُس سے قبل ہی وہ بھی ماردی جائے گی۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔"

"دیکھئے کرنل صاحب ہم سب ایک ہی کاز کے لئے کام کرتے ہیں۔ ہمارے درمیان صرف طریق کار کا اختلاف ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں مسٹر عمران۔ لیکن آخر یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔"

"یہی کہ جتنی جلد ممکن ہو آپ سنگِراد کو اپنی تحویل میں لے لیں۔ یہ سارا اُودھم اسی سلسلے میں ہوا ہے۔"

"تحویل میں لے لینے کے بعد کیا کریں گے۔"

"آپ کو صرف اس پر نظر رکھنی پڑے گی کہ وہ اُسے کیوں آپ کی تحویل میں دینا چاہتے ہیں۔"

کرنل فیضی کسی سوچ میں پڑ گیا اور عمران نے کہا۔ "سائیکو مینشن کی حفاظت بھی اب آپ کی ذمہ داری ہے۔ ابھی تک کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ عمارت کسی سرکاری کار خاص کے محکمے سے تعلق رکھتی ہے۔ عام آدمی یہی سمجھتا چلا آیا ہے کہ وہاں نفسیاتی مریضوں کا علاج ہوتا ہے۔"

"اچھی بات ہے مسٹر عمران میں بیس سپاہیوں کا دستہ وہاں کے لئے مقرر کر دوں گا۔ لیکن آپ لوگوں کا سربراہ کون ہے؟"

"اُسے آج تک کسی نے دیکھا نہیں۔ ایکس ٹو کہلاتا ہے۔ بذریعہ فون ہمیں ہدایات دیتا ہے۔"

"تو آپ اسی کی ہدایت پر ہم سے اس حد تک کھل گئے ہیں۔"

"ظاہر ہے۔ سب کچھ اُسی کے حکم پر ہوتا ہے۔"

"اچھا مسٹر عمران اَب ہم سنگواد یعنی کرنل شہزاد کو اپنی تحویل میں لے لیں گے۔"



جولیا کو ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک کرسی پر بیٹھا ہوا پایا لیکن لاکھ کوششوں کے باوجود بھی وہ اُس پر سے اٹھ نہ سکی کیونکہ اس کے ہاتھ پیر بُری طرح جکڑے ہوئے تھے۔ کرسی کی بناوٹ صاف بتا رہی تھی کہ وہ کنفیشن چیئر ہے۔ جولیا کانپ کر رہ گئی۔ ساتھ ہی اس کے چہرے پر اتنی تیز روشنی پڑی کہ آنکھیں بند کر لینے کے باوجود بھی روشنی کی شعاعیں اُس کی آنکھوں کو چھیدے ڈال رہی تھیں۔

دفعتاً وہ چیخنے لگی۔ پھر کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔ اور آنکھوں کی تکلیف بتدریج معدوم ہوتی چلی گئی۔ ہاتھ پیروں کی جان نکل کر رہ گئی تھی۔ ذہن بالکل آزاد ہو گیا تھا۔

دفعتاً اندھیرے ہی میں کسی نے سوال کیا۔ "تمہارا نام کیا ہے۔"

"جولیانا فٹنر واٹر۔"

"کس کے لئے کام کرتی ہو؟"

"محکمۂ خارجہ کی سیکرٹ سروس کے لئے۔"

"سائیکو مینشن کی اصلیت بتاؤ۔"

"وہ پردہ ہے ہمارے محکمے کا۔ بظاہر ذہنی امراض کا علاج ہوتا ہے وہاں۔ اسی مناسبت سے

اس کا نام سائیکو مینشن رکھا گیا ہے۔"

"علی عمران کا تم لوگوں سے کیا تعلق ہے؟"

"وہ بھی اُسی ادارے کا ایک ممبر ہے۔"

"بلیک میلر نہیں ہے۔"

"ہر گز نہیں۔ لیکن کبھی ضرور تاپوز یہی کرتا ہے۔"

"تمہارا چیف کون ہے؟"

"ایکس ٹو...!"

"یہ کوڈ نیم ہے۔ اصل نام بتاؤ۔"

"ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا نہ آج تک کسی نے اُسے دیکھا ہے! فون پر اُس سے ہمیں ہدایات ملتی ہیں۔"

"اچھا اَب تم سو جاؤ۔"

جولیا کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں اور وہ ذرا ہی دیر میں بے خبر ہو گئی۔ دوسری بار آنکھ کھلی تو خود کو کسی پارک کی بنچ پر پڑا پایا۔ صبح ہونے والی تھی۔ وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھی اور پارک سے باہر نکلنے پر اندازہ ہوا کہ وہ سائیکو مینشن سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے۔ اُس نے ایک ٹیکسی رکوائی اور ڈرائیور کو سائیکو مینشن کی بجائے اپنے بنگلے کا پتہ بتایا۔ ذہنی حالت ٹھیک تھی اور اُسے سب کچھ یاد تھا۔ وہ سائیکو مینشن کا راز افشاء کر چکی تھی۔ عمران کے بارے میں اُس نامعلوم آدمی کو سب کچھ بتا چکی تھی۔

گھر پہنچ کر پتا نہیں کس طرح اُس نے ڈرائیور کو ادائیگی کی تھی اور صدر دروازے کا قفل کھولا تھا۔ اب اس کے ذہن میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ کسی نہ کسی طرح سب سے پہلے عمران سے رابطہ قائم کرے۔

اس نے جیسے ہی سٹنگ روم میں قدم رکھا اچھل پڑی۔ عمران ایک صوفے پر گٹھڑی سا بنا پڑا سو رہا تھا۔

جولیا نے طویل سانس لی اور سامنے والی کرسی پر بیٹھ کر اُسے بغور دیکھنے لگی۔ اس وقت وہ میک اپ میں نہیں تھا۔ آخر یہاں اُس کی موجودگی کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ وہ سوچتی رہی اس

سے تو یہی سمجھا جاسکتا تھا کہ اُسے اس کی واپسی کا یقین تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ وہ سیدھی گھر ہی آئے گی!

اس نے بڑے پیار سے عمران کو آواز دی۔ اور وہ پہلی ہی آواز پر ہڑبڑا کر اٹھتا ہوا بڑبڑایا۔

"ارے باپ رے کس نے پہچان لیا۔"

"ہوش میں آؤ۔ میں جولیا ہوں۔" جولیا نے کہا۔

"اندھیرے میں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ بتی جلاؤ۔"

جولیا نے اٹھ کر بلب روشن کر دیئے اور عمران آنکھیں مل مل کر اُسے دیکھتا ہوا بولا۔

"جولیانا.... یعنی کہ بالکل فنتر واٹر ہو۔"

"ہاں عمران!" اُس نے پھر بڑے پیار سے کہا۔

"خدا تمہاری عمر دراز کرے۔ میں تو مایوس ہو گیا تھا۔ مجھے اطلاع ملی تھی کہ وہ سنگزادی تمہیں اٹھالے گئی تھی۔"

"مجھے کچھ بھی یاد نہیں عمران۔ بس میں نے یہ کیا تھا کہ خطرے کا الارم بجادیا تھا۔ اُس کے بعد کچھ بھی یاد نہیں۔ اور میں مجبور تھی۔ اس غلطی پر جو مجھ سے سرزد ہوئی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ شائد کنفیشن چیئر....!"

"خدا کی پناہ....!"

"کسی بات کی پرواہ نہ کرو۔ جب تک میں زندہ ہوں۔ ایکس ٹو تے اگر کوئی تعزیری کارروائی تمہارے خلاف کی تو اس سے بھی نپٹ لوں گا۔"

"شکریہ! عمران مجھے تم سے یہی امید تھی۔"

"جو کچھ انہوں نے پوچھا تھا تمہیں یاد ہے؟"

"لفظ بلفظ....!"

"اچھا تو جاؤ۔ پہلے غسل وغیرہ کرو۔ کافی پیو اور پلاؤ۔ بقیہ باتیں کچن میں ہوں گی۔"

تھوڑی دیر بعد دونوں کچن میں نظر آئے۔ کافی پاٹ سے بھاپ اٹھ رہی تھی اور جولیا فرائنگ پین میں انڈے توڑ رہی تھی اور اس بات پر سخت متحیر تھی کہ آخر عمران اتنا خاموش کیوں ہے۔ اُس سے سوالات کیوں نہیں کر رہا؟ کیوں نہیں پوچھتا کہ ان لوگوں نے اُس سے کس

قسم کی معلومات حاصل کی ہیں۔

آخر وہ خود ہی بولی۔ "تم خلافِ معمول بہت خاموش ہو۔"

"میں ان پانچوں کے لئے مغموم ہوں۔ جنہیں کلارا نے نہیں مارا بلکہ وہ ایک طرح سے خودکشی تھی۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"کلارا کے جسم سے ٹکرا کر پلٹی ہوئی گولیاں خود ان کے جسموں میں پیوست ہوگئی تھیں۔"

"خدا کی پناہ....!" جولیا منہ کھول کر رہ گئی۔

"کلارا نے کسی پر بھی ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔ وہ تو صرف نکل جانے کے لئے دروازے توڑ رہی تھی۔"

"کہیں پھر زیرولینڈ کا چکر تو نہیں شروع ہوگیا۔"

"میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ اس بار دوسرا ہی کھیل ہے۔ ایک بڑی طاقت ہمیں مرعوب کرنے کی کوشش کر رہی ہے تاکہ ہم نے جو نیا راستہ اختیار کیا ہے اُسے ترک کردیں۔"

"یعنی اسلامی مملکت کی تشکیل۔"

"ہاں۔ یہی بات ہے۔"

"لیکن یہ طریق کار....!"

"آہستہ آہستہ سب سمجھ میں آجائے گا۔" عمران طویل سانس لے کر بولا۔ "اب ذرا جلدی کرو۔ میں نے رات سے کچھ نہیں کھایا۔"

جولیا سینڈوچ بنارہی تھی۔

پھر سینڈوچ کی پلیٹ اور کافی پاٹ عمران کے سامنے رکھ دیا اور مضطربانہ انداز میں بولی۔ "میں چاہتی ہوں کہ تم جلد از جلد میری کہانی بھی سن لو....!"

"سناؤ۔" عمران نے سینڈوچ کے تعاقب میں کافی کا گھونٹ روانہ کرکے کہا۔

جولیا اُسے بتانے لگی کہ کس طرح ہوش آنے پر اُس نے خود کو کنفیشن چیئر پر جکڑا ہوا پایا۔

"پہلے وہ کمرہ روشن تھا۔" جولیا کہتی رہی۔ "پھر وہاں اندھیرا کردیا گیا اور ایک آواز سوالات کرتی رہی۔ میں نے بتایا کہ میں وزارتِ خارجہ کے محکمۂ کارِ خاص سے متعلق ہوں۔ تمہارے

بارے میں بھی یہی بتایا۔ اور اس کے پوچھنے پر اُسے یقین دلانے کی کوشش کرتی رہی کہ تم بلیک میلر نہیں ہو۔ لیکن کبھی کبھی ضرور تاپوز ضرور کرتے ہو۔ پھر سائیکو مینشن کے بارے میں پوچھا گیا۔ بتانا پڑا۔ پھر بات چیف تک پہنچی اور کہا گیا کہ ایکس ٹو تو کوڈ نیم ہے۔ اصل نام بتاؤ۔ جانتی ہوتی تو اُسے بھی اگلنا پڑتا۔"

"بس اتنی ہی باتیں ہوئی تھیں۔ میرا مطلب ہے سنگ زاد کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔"

"قطعی نہیں۔"

"ہوں۔" عمران سر ہلا کر رہ گیا۔ اور جولیا نے کہا۔ "اس کے بعد سورج طلوع ہونے سے قبل میں نے خود کو عظیم پارک کی ایک بنچ پر بیدار ہوتے پایا تھا۔"

"بڑا مزہ آیا ہوگا۔" عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"بس شروع ہوگئی بیہودگی۔" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔



ہیلی کوپٹر ملکی فوج کا تربیتی ہیلی کوپٹر معلوم ہوتا تھا۔ اس پر اسی قسم کے نشانات تھے لیکن حقیقت کیا تھی خدا ہی جانے۔ کیونکہ اس ہیلی کوپٹر کو جو شخص اڑا رہا تھا اس کے پہلو میں کلارا ڈکسن بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ پائلٹ دیسی ہی تھا لیکن اس کے جسم پر فوجی وردی نہیں تھی۔ ہیلی کوپٹر شمال مغرب میں پرواز کر رہا تھا۔ جلد ہی پہاڑوں کے سلسلے شروع ہوگئے۔ لیکن پائلٹ اپنی مشاقی کا مظاہرہ کر رہا تھا کبھی کبھی کلارا اُسے ٹوکتی بھی تھی۔ لیکن وہ ہنس کر کہتا۔ "فکر نہ کیجئے مس! میں پانچ سال تک سرکس میں اپنی فنی مہارت کا مظاہرہ کرتا رہا ہوں۔"

"پھر بھی محتاط رہو!"

"بہت بہتر مس!"

ہیلی کوپٹر پرواز کرتا رہا۔ واقعی یہ بے حد مشاق تھا۔ ورنہ اس علاقے میں ہیلی کوپٹر اڑانا کارے دارد۔

بالآخر ایک جگہ ہیلی کوپٹر نے لینڈ کیا۔ یہ جگہ خاصی مسطح تھی۔ یعنی غالباً مستقل طور پر ہیلی پیڈ ہی کی حیثیت سے استعمال کی جاتی تھی۔

دفعتاً کسی طرف سے چھ آدمی نمودار ہوئے جن کی دھج ہسپتالوں میں کام کرنے والوں کی سی تھی۔ انہوں نے ایک اسٹریچر بھی اٹھا رکھا تھا۔ وہ ہیلی کوپٹر کے قریب پہنچے اور کلارا ڈکسن کو بڑی احتیاط سے اتار کر اسٹریچر پر لٹا دیا۔ حالانکہ وہ اتنی ہی صحت مند نظر آرہی تھی کہ جہاں بھی جانا چاہتی پیدل بھی جاسکتی تھی۔

اسٹریچر اٹھا کر وہ ایک طرف چل پڑے اور ہیلی کوپٹر ہیلی پیڈ ہی پر کھڑا رہا۔

ایک درے سے گذرنے کے بعد وہ ایک غار میں اترتے چلے گئے۔ اور یہ غار کیا تھا ایک عجیب ہی دنیا تھی۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہالی وڈ کی کسی سائنسی فلم کے سیٹ پر پہنچ گئے ہوں۔

کلارا کو ایک آرام دہ کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ وہ اطمینان سے لیٹی چھت کی طرف تکتی رہی۔

تھوڑی دیر بعد ایک ڈاکٹر دو نرسوں سمیت وہاں پہنچا اور اس کا معائنہ کرنے کے بعد بولا۔ "چھوٹا کرسٹل کام نہیں کر رہا اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"جو کچھ بھی ہو اُسے جلد از جلد ٹھیک ہونا چاہئے۔" کلارا نے کسی قدر تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"ایسا ہی ہوگا مادام۔ آپ بے فکر رہیں۔ صرف تین دن لگیں گے۔ دراصل دوسرا کرسٹل لگانا پڑے گا۔"

"چھوٹا کرسٹل ضائع ہو جانے ہی کی بناء پر میں حملہ آوری کی صلاحیت کھو بیٹھی تھی۔ دیکھو ڈاکٹر.... اگر دوسری بار ایسا ہوا تو نتیجے کے تم ذمہ دار خود ہوگے۔"

"ناممکن مادام! اب ایسا نہیں ہوگا۔ وہ کرسٹل جن لوگوں کی نگرانی میں تیار کرائے گئے تھے انہیں ضرور سزا ملے گی۔ اور اب سارے کرسٹل تبدیل بھی کئے جائیں گے۔ پرسوں صبح سے آپ کو صرف آرام کرنا ہوگا۔ حتیٰ کہ آپریشن تھیٹر....!"

"زیادہ لمبی تقریر کی ضرورت نہیں!" کلارا ڈکسن ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "مجھے علم ہے۔"

"اور ویسے آج اور کل آپ اپنے سارے مشاغل جاری رکھ سکتی ہیں۔"

کلارا نے بیزاری سے اس طرح ہاتھوں کو جنبش دی۔ جیسے کہہ رہی ہو۔ "دفع ہو جاؤ۔"



شہلا چوہدری کا باپ شام کی چائے پی کر اٹھ ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ شہلا بھی میز پر موجود تھی۔ شہباز نے اُسے فون اٹنڈ کرنے کا اشارہ کیا۔ لیکن وہ سر ہلا کر بولی۔ "نہیں آپ ہی

دیکھئے۔ ورنہ اگر اس بلیک میلر کی آواز ہوئی تو مجھ سے گالیاں ہی سنے گا۔"

"آپ بار بار بلیک میلر نہ کہا کرو پتا نہیں کب کس کے سامنے زبان سے نکل جائے اور ہم دشواری میں پڑ جائیں۔ اُس نے اپنا نام جیگوار بتایا ہے۔"

فون کی گھنٹی بدستور بج رہی تھی۔

شہباز نے کال ریسیو کی اور شہلا نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی ہے۔ تو سچ مچ جیگوار ہی کی کال تھی۔

شہباز کہہ رہا تھا۔ "یقین کرو میں نہیں جانتا۔ وہ کون ہے۔ اُس کے بہتیرے ملنے والوں سے واقف نہیں ہوں.... تم اس سے پوچھ لو.... ہاں موجود ہے۔"

شہباز نے ماؤتھ پیس کو ہتھیلی سے ڈھانک کر آہستہ سے کہا۔ "وہی ہے پوچھ رہا ہے کہ راشد پٹھان کون ہے۔"

وہ تیزی سے آگے بڑھی اور ریسیور باپ کے ہاتھ سے لے کر بولی۔ "میں شہلا بول رہی ہوں۔ کیا بات ہے۔"

"راشد پٹھان کون ہے؟"

"میرا دوست ہے۔"

"صرف دوست....؟"

"اس سوال کا مطلب!" شہلا کو طرارہ آگیا۔

"اس سوال کا مطلب یہ کہ وہ خود کو تمہارا منگیتر کہتا ہے۔"

"ہاں وہ کئی بار مجھ سے شادی کی درخواست کر چکا ہے۔ لیکن چونکہ ڈیڈی کے اسٹے ٹس کا نہیں ہے اس لئے میں ابھی سوچ رہی ہوں۔"

"تمہارا فرسٹ کزن بھی ہے؟"

"ارے وہ تھوڑا سا مسخرہ بھی ہے۔ لیکن اُس نے کس سے کہا ہے کہ وہ میرا فرسٹ کزن ہے۔"

"اُسی لڑکی سے جو تمہارا تعاقب کرتی رہتی تھی۔"

"تب تو بالکل ہی مسخرہ پن ہے۔ لیکن آخر تم میرا تعاقب کیوں کراتے ہو؟"

"ہم تمہارے ہی توسط سے علی عمران نامی آدمی پر ہاتھ ڈال سکیں گے۔"

"ناممکن.... کیونکہ میری اس سے ملاقاتیں نہیں ہوتیں۔"

"ناممکن کو تم ہی ممکن بناؤ گی بے بی۔"

"وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ رابطہ منقطع ہو گیا اور وہ ریسیور کریڈل پر رکھ کر باپ سے بولی۔ "اگر وہ جیگوار ہے تو میں بھی پینتھر لیس ہوں اگر اس کا نرخرہ نہ چبایا تو کچھ بھی نہ کیا۔"

باپ نے کسی قدر ناگواری سے کہا۔ "پہلے تم یہ بتاؤ کہ یہ شادی وادی کا کیا چکر ہے۔"

"راشد مسخرہ ہے اور بس۔ کوئی چکر وکر نہیں ہے۔ آپ مطمئن رہیں۔ حالانکہ آپ نے خود مجھے آزاد خیال بنایا ہے لیکن شادی میں اپنی مرضی سے نہیں کروں گی۔"

"لیکن بیٹی ایسی بات ہوئی کیوں....!"

"کافی کا ایک کپ آپ بھی پیجئے اور میں بھی پیتی ہوں۔ سکون سے سب کچھ بتا دوں گی۔ آپ سے چھپا کر کچھ نہیں کرنا چاہتی۔ بس نتیجہ معلوم ہونے کا انتظار تھا۔ سو ہو گیا۔" اُس نے کہا اور کافی کی پیالی باپ کی طرف بڑھا کر اپنے لئے انڈیلنے لگی۔ شہباز چوہدری کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

شہلا ایک گھونٹ لے کر بولی۔ "راشد پٹھان یونیورسٹی میں میرے ساتھ تھا۔ رائفل کلب کا ممبر بھی تھا۔ بڑا اچھا نشانہ باز ہے بس میرا حریف سمجھ لیجئے۔ وہ اس قصے میں ہرگز شامل نہ ہوتا۔ اگر مجھے یہ نہ محسوس ہوتا کہ جب بھی میں گھر سے باہر قدم نکالتی ہوں میرا تعاقب شروع کر دیا جاتا ہے۔"

"کون تعاقب کرتا ہے؟"

"ایک سفید فام غیر ملکی لڑکی....!"

اس کا باپ طویل سانس لے کر رہ گیا اور شہلا بولی۔ "راشد کو بچپن ہی سے سراغ رسانی کا شوق رہا ہے۔ میں نے اس کا ذکر اُس سے کیا تو اُس نے کہا فکر نہ کرو میں دیکھ لوں گا اس معاملے کو اور اُس نے سچ مچ دیکھ لیا ورنہ یہ جیگوار اُس کا حوالہ ہرگز نہ دیتا۔ بہر حال راشد نے لڑکی کو گھیر لیا اور اس سے پوچھ گچھ کی۔ لیکن اُس لڑکی نے جس قسم کی بیہودہ باتیں کیں اُسے میں لکھ کر تو دے سکتی ہوں آپ کے سامنے زبان سے نہیں کہہ سکتی۔ اس پر راشد کو تاؤ آگیا اور اس نے کہا کہ وہ اُسے جیل بھجوا دے گا۔ کیونکہ میں اس کی منگیتر ہوں۔"

"اوہ۔ میں سمجھ گیا۔" شہباز بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "خدایا اَب تو مجھے اٹھا ہی لے۔ یہ ذلتیں میں کیسے برداشت کروں۔"

"اس کی فکر نہ کیجئے۔ غلطیاں بھی انسان ہی سے ہوتی ہیں۔ فرشتوں سے نہیں۔"

وہ کچھ بولا نہیں۔ دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا کر میز پر جھک گیا۔ شہلا اٹھی اور اس کے عقب میں کھڑی ہو کر آہستہ آہستہ اُس کے شانے دبانے لگی اور پھر بے حد نرم لہجے میں بولی۔ "آپ نے ہمیشہ مجھے بیٹا سمجھا ہے اور اب میں اسے ثابت کردوں گی کہ میں آپ کا بیٹا ہی ہوں۔"

"مجھے تیری زندگی اپنی زندگی سے زیادہ عزیز ہے۔" شہباز بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"مجھے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ میرے دوست بے حد ذہین اور دلیر ہیں۔"

"لیکن دیکھو۔ اس شخص.... عمران سے دور ہی رہنا۔"

"وہی ہوگا۔ جو آپ چاہیں گے۔ آپ کی مرضی کے خلاف کچھ بھی نہ کروں گی۔"

"اَب آخری بات کہوں گا۔ اُسے غور سے سنو۔ اس کے بعد پھر تم میری زبان سے کچھ بھی نہیں سنو گی۔"

"ضرور ڈیڈی....!"

"یہ ڈیوڈ بھی میرا ایسا ہی دوست تھا جس پر مجھے فخر تھا۔ لیکن اس نے میری ایک غلطی سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ حتیٰ کہ دوسرے بلیک میلر کے ہاتھوں مجھے فروخت کردیا۔"

"اوہ ڈیڈی میں سمجھ گئی آپ کیا کہنا چاہتے ہیں، لیکن راشد پٹھان کو میں نے اصل معاملے کی ہوا بھی نہیں لگنے دی۔ ورنہ وہ اس لڑکی کو محض پوچھ گچھ کر کے نہ چھوڑ دیتا۔ بلکہ پولیس کے حوالے کردیتا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔"

فون کی گھنٹی پھر بجی۔ اس بار ریسیور شہلا ہی نے اٹھایا تھا۔ دوسری طرف سے جیگوار کی آواز آئی۔ "یہ بہت اچھا ہوا کہ تم مل گئیں۔ مجھے تمہارے اور راشد پٹھان کے تعلقات پر کوئی اعتراض نہیں۔ میں نے اپنے طور پر تصدیق کرلی ہے کہ وہ اچھا آدمی ہے میں تمہارے باپ سے شادی کی سفارش بھی کرسکتا ہوں۔"

"جی نہیں شکریہ! میں نے اسے کبھی اس نظر سے نہیں دیکھا۔ اس نے وہ ساری باتیں اس

بیہودہ لڑکی کی باتوں پر کہی تھیں۔"

"خیر.... خیر... تمہارا اپنا ذاتی معاملہ ہے۔" دوسری طرف سے کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

شہباز مضطربانہ انداز میں بیٹی کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ اس بار کی گفتگو بھی اس نے حرف بحرف دہراتے ہوئے کہا۔ "پتا نہیں یہ مردود چاہتا کیا ہے۔"

"بیٹی میرا مشورہ مانو تو اب صرف گھر ہی تک محدود ہو جاؤ۔ کسی سے بھی نہ ملو۔ خواہ راشد پٹھان ہو یا اور کوئی۔"

"جی ہاں۔" وہ پُر تفکر لہجے میں بولی۔ "میں بھی اب یہی سوچ رہی ہوں۔"



کرنل فیضی نے اس بار عمران کو اپنے دفتر آنے کی دعوت دی تھی۔ کوئی بے حد اہم معاملہ تھا۔ عمران اسی میک اپ میں وہاں بھی جا پہنچا۔ جس میں سروسز کلب میں اُس سے ملاقات کی تھی۔ فون پر اُسے پہلے سے آگاہ کر دیا گیا تھا کہ وہ اسی میک اپ میں ہوگا اور اپنا نام عمران کی بجائے خلیل جعفری بتایا تھا۔ بہرحال انکوائری ونڈو کے قریب ہی کرنل کا ایک آدمی موجود تھا۔ جو اُسے سیدھا کرنل کے آفس میں لیتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد دونوں تنہا رہ گئے اور کرنل نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کے تعاون کا شکریہ ادا کرتا ہوں مسٹر عمران۔"

"ہم سب ایک ہی مشینری کے پُرزے ہیں۔ اس لئے شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں کرنل۔ آپ فرمائیے۔ کوئی خدمت میرے لائق۔"

"ابھی ہم نے سنگزاد کو اپنی تحویل میں نہیں لیا۔ لیکن اب فیصلہ کر لیا ہے کہ اسے جلد از جلد...." وہ جملہ پورا نہیں کر پایا تھا کہ سرخ انسٹرومنٹ کی گھنٹی بجی اس نے جلدی سے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔ "یس سر!" دوسری طرف کی بات سنتا رہا پھر "بہت بہتر جناب" کہہ کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور سبز رنگ کے انسٹرومنٹ کا ریسیور اٹھا کر بٹن دبایا اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "ڈی۔جی صاحب تمہارے منتظر ہیں فوراً پہنچو۔"

پھر ریسیور رکھ کر طویل سانس لی اور خالی خالی نظروں سے عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا مسٹر عمران.... کہ آپ میک اپ کے ماہر ہیں۔ میں نے ڈی جی صاحب سے ذکر کیا تھا۔ کہنے لگے کہ کچھ دنوں کے بعد وہ بہ نفسِ نفیس آپ سے اس مسئلے پر گفتگو کریں گے۔"

"یعنی مجھے میک اپ کا ماہر نہ ہونا چاہیئے۔"

"اوہ یہ بات نہیں۔ دراصل وہ آپ سے تھوڑے وقت کے خواہاں ہوں گے۔ تاکہ اپنے چند آدمیوں کو آپ کے سپرد کرسکیں۔"

"میک اَپ کی ٹریننگ کے لئے؟"

"جی ہاں یہی بات ہے۔"

"جی مجھے بڑی خوشی ہوگی اگر کسی کام آسکوں۔"

"آمدم بر سر مطلب مسٹر عمران۔ آپ نے مجھے کلارا ڈکسن کی آواز کا ٹیپ بھجوایا تھا۔"

"جی ہاں....!"

"اس وقت اسی لئے آپ کو تکلیف دی گئی ہے۔ اب ہم آپریشن روم میں چلیں گے۔ لیکن اُس سے پہلے ایک کہانی اور سن لیجئے۔"

عمران ہمہ تن گوش ہو بیٹھا۔ کرنل کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے گفتگو کے آغاز کے لئے الفاظ نہ مل رہے ہوں۔

"ہاں تو مسٹر عمران کل شام ہمارا ایک تربیتی ہیلی کوپٹر واپس آیا اور اسے اڑانے والا انجینئر جیسے ہی نیچے اترنے لگا۔ گرا اور مر گیا۔ دراصل ہیلی کوپٹر میں پہلے کوئی خرابی واقع ہوگئی تھی۔ جسے درست کرنے کے بعد وہ اُسے آزمائشی پرواز پر لے گیا تھا۔ لیکن واپسی پر بیچارے کا یہ حشر ہوا۔"

"کیا وہ ہیلی کوپٹر میں تنہا تھا؟"

"جی ہاں....!"

"اور اس آزمائشی پرواز کی مدت کتنی تھی۔"

"غیر معمولی یعنی قریباً پانچ گھنٹے....!"

"حیرت انگیز۔"

"ہیلی کوپٹر میں نصب شدہ کیمرے نے کچھ تصاویر لی ہیں۔ اور کچھ آوازیں بھی ریکارڈ کی ہیں۔ اسی لئے آپ کو زحمت دی گئی ہے۔"

"اُوہ تو پھر چلئے آپریشن روم کی طرف۔"

"جی ہاں۔" کرنل اٹھتا ہوا بولا۔

دونوں آپریشن روم کی طرف آئے۔ یہاں شائد پہلے ہی سے ساری تیاریاں کرلی گئی تھیں۔

"سب سے پہلے عمران کو کلارا ڈکسن کی آواز کا وہ ٹیپ اور اس کا تجزیہ سنوایا گیا جو خود اس نے کرنل کو بھجوایا تھا۔ اس کے بعد جو ٹیپ چلایا گیا اس میں ایک مرد اور ایک عورت کی آواز تھی۔ عورت کی آواز اس نے فوراً پہچان لی۔ یہ کلارا ڈکسن کی آواز کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے بعد مرد کی آواز بھی بدل گئی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کلارا ڈکسن اپنا طبی معائنہ کرا رہی ہو۔ پھر کرسٹل کا ذکر نکلا۔ کسی چھوٹے کرسٹل کی بات تھی اور آپریشن تھیٹر کا حوالہ تھا۔ لیکن کلارا نے ڈاکٹر کو ٹوک دیا تھا۔ یعنی جملہ پورا نہیں کرنے دیا تھا۔ سب کچھ سن لینے کے بعد عمران نے کرنل سے کہا۔ "آپ نے ہیلی کوپٹر میں لگے ہوئے کسی کیمرے کا بھی ذکر کیا تھا۔"

"ہاں اُس کی فلم بھی ڈیولپ کر لی گئی ہے۔ جب تک ایک ایک کپ کافی کا ہو جائے۔"

"ایز یو پلیز کرنل۔"

وہ آپریشن روم سے نکل کر پھر کرنل کے آفس میں آئے اور عمران پُر تفکر لہجے میں بولا۔

"تو گویا آپ کا وہ انجینئر پائلٹ ایک غیر قانونی حرکت کا مرتکب ہو رہا تھا۔"

"بالکل....!"

"لیکن ایسے لوگ احمق نہیں ہوتے۔ اُسے علم رہا ہوگا کہ کیمرہ اور ٹیپ ریکارڈر ہیلی کوپٹر میں پوشیدہ ہیں۔"

"ظاہر ہے مسٹر عمران....!"

"تو پھر کسی ایسی غیر قانونی مہم پر روانہ ہونے سے قبل اُس نے اُن کے سوئچ آف کیوں نہیں کر دیئے تھے۔"

"یہی سوال ہماری الجھن کا باعث بنا ہوا ہے۔"

"پہلے کلارا جس مرد سے گفتگو کرتی رہی تھی وہ آپ کا ہی پائیلٹ تھا۔"

"جی ہاں۔"

"پھر دوسرے مرد سے گفتگو کی تھی۔"

"ہمارے لئے وہ آواز نئی ہے۔ کلارا کی آواز کو بھی شناخت نہ کر سکتے۔ اگر آپ پہلے ہی اس کا ٹیپ نہ بھجوادیتے۔ میرا محکمہ آپ کی بڑی قدر کرتا ہے مسٹر عمران۔ وہ پچھلی بار شیمر ان والی پینٹنگ کے سلسلے میں کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی۔ جس کی بناء پر آپ کو بھی تکلیف پہنچی تھی اور ہمیں بھی خمیازہ بھگتنا پڑا تھا۔"

"ارے وہ کوئی بات نہیں۔" عمران ہنس کر بولا۔ "یہ سب تو چلتا ہی رہتا ہے۔"

"لیکن تھریسیا اور سنگ کے بارے میں کچھ نہ معلوم ہو سکا کہ زندہ بھی ہیں یا مر گئے.....!"

"اگر میں نے سچی بات بتادی تو ایک بار پھر آپ کا محکمہ مجھ سے برگشتہ ہو جائے گا۔ لیکن میرے کچھ اصول ہیں۔ انہی کے تحت کام کرتا ہوں۔ اس کی بھی کبھی پرواہ نہیں کی کہ کب سر سلطان اپنے محکمہ سے بھی چلتا کرتے ہیں۔ پیٹ پالنے کے بہتیرے گر آتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا سرکس بھی کھول کر بیٹھ گیا تو بقیہ زندگی آرام ہی سے گذرے گی۔"

"آپ واقعی عجیب ہیں مسٹر عمران۔" کرنل فیضی نے طویل سانس لے کر کہا۔

"بات صرف اتنی سی ہے کرنل کہ میں اپنی کوئی اسکیم کسی بڑے یا چھوٹے سے ڈسکس نہیں کرتا۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ مجھے اپنوں ہی میں کالی بھیڑوں کی موجودگی کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ آپ کی فوج کا ایک انجینئر.....!"

"خدا ہی جانے ابھی اور کتنے اور کہاں کہاں ہوں۔"

اس دوران میں وہ کافی بھی پیتے رہے تھے۔ پھر سبز رنگ والے فون کا بزر بولا۔ کرنل نے کال ریسیو کی اور ریسیور دوبارہ کریڈل پر رکھ کر عمران سے بولا۔ "چلئے پروجیکٹر تیار ہے۔"

پروجیکشن روم میں یہ مختصر سی فلم دیکھی گئی اور روشنی ہونے کے بعد عمران نے کہا۔ "یہ کلارا ڈکسن ہی تھی۔ لیکن کیمرہ اُسی حد تک چلا ہے کہ پائلٹ اور اس کی گفتگو ٹیپ ریکارڈر نے محفوظ کی ہے۔ لیکن ٹیپ کی بقیہ گفتگو کہاں ہوئی تھی۔ اور اس منظر کو کیمرے نے کیوں ریکارڈ نہیں کیا۔"

"یہ سب سے بڑا سوال ہے مسٹر عمران؟" کرنل فیضی اٹھتا ہوا بولا۔ "چلئے دفتر ہی کی

طرف چلتے ہیں۔"

وہ پھر دفتر میں آئے اور کرنل نے کہا۔"پائیلٹ اتنا احمق نہیں ہو سکتا کہ اس مہم کو ریکارڈ ہونے دیتا۔ ظاہر ہے کہ اُس کی لاعلمی میں کیمرے اور ٹیپ ریکارڈر کو چلایا گیا ہوگا۔"

"سامنے کی بات ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"پھر وہ کرسٹل والی گفتگو۔"

"یہ سارا سٹ اپ ہے کرنل۔ اَب میں محسوس کر رہا ہوں کہ میں اس سلسلے میں بیوقوف بنا ہوں۔ وہ خود ہی ہمارے ہاتھ لگنا چاہتی تھی۔ تاکہ یہ مواد آپ تک پہنچ سکے۔"

"آخر کیوں؟"

"اس لئے کہ چھوٹے کرسٹلز کی ناکارگی کی بات ہم تک پہنچے اور ہم یقین کرلیں کہ سنگزاد جارحیت کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ البتہ خود اپنی حفاظت کر سکتا ہے۔ یہ سارا ہنگامہ محض اسی لئے ہو رہا ہے کہ آپ سنگزاد کو جلد از جلد اپنی تحویل میں لے لیں۔"

"ہاں یہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ لیکن ایک شرط پر کہ اسے سائیکو مینشن میں رکھا جائے۔" کرنل فیضی نے کہا۔

"اس کا فیصلہ سر سلطان ہی کر سکیں گے۔ ویسے سائیکو مینشن کو اب میں غیر محفوظ سمجھتا ہوں۔"

"دیکھئے مسٹر عمران۔ اس کی کلینیکل حیثیت تو قائم ہی رہے گی۔ بقیہ معاملات سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ ہم سنگزاد کا اچار تو ڈالیں گے نہیں۔ ظاہر ہے کہ اسے اپنی تحویل میں لے کر سب سے پہلے اس کا طبی معائنہ ہی تو کرائیں گے۔"

"واقعی کرنل یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے۔ میں سر سلطان سے ڈسکس کروں گا۔"



شہلا نے اب تک کی رپورٹ عمران کو دے دی تھی اور عمران کو اس پر مزید غور کرنا پڑا تھا کہ اسے اب کیا کرنا چاہئے۔ راشد پٹھان کی حیثیت مجرموں کی نظر میں بہت زیادہ مشکوک ہو گئی تھی۔ لہٰذا اب مناسب نہیں تھا کہ وہ راشد پٹھان کے میک اپ میں اُس سے ملتا۔ دونوں کے

درمیان ہوٹل والے فون پر گفتگو ہو رہی تھی۔

"میں سمجھ گیا تم کیا کہنا چاہتی ہو۔" عمران نے کہا۔

"کیا سمجھ گئے؟"

"یہی کہ تم سے راشد پٹھان کے میک اپ میں نہ ملوں۔"

"ہاں میں یہی چاہتی ہوں۔"

"کوئی ادھیڑ شکاری کیسا رہے گا۔ جسے تم نشانہ بازی میں اپنا استاد کہہ سکو۔"

"ہاں یہ ممکن ہے۔ تھے میرے ایک استاد پروفیسر شکور۔ افریقہ چلے گئے تھے۔ بہت دنوں سے ان کا کوئی پتہ نہیں۔"

"ان کی کوئی تصویر ہوگی۔"

"دس سال پہلے کی ہے۔"

"کوئی مضائقہ نہیں تم اسے میرے پتے پر بذریعہ ڈاک بھیج سکتی ہو۔"

"آج ہی روانہ کر دوں گی۔"

"اور پھر میں کہیں نہ کہیں مل جاؤں گا تمہیں۔"

"تم مجھے ان لوگوں سے بھی عجیب لگ رہے ہو۔ مسٹر!"

"میرے باپ بھی کبھی کبھی یہی کہتے ہیں۔ لیکن مسٹر نہیں کہتے۔ اس لئے کہ چنگیز خان کا لہو ان کی رگوں میں دوڑ رہا ہے۔"

"اچھا میں تصویر بھجوانے کا انتظام کرنے جا رہی ہوں۔"

عمران ریسیور کریڈل پر رکھ کر مڑا۔ جوزف پیچھے کھڑا جمائیاں لے رہا تھا۔

"آپ کی تعریف.....!" عمران اُسے نیچے سے اوپر تک گھورتا ہوا بولا۔

"اُلو کا پٹھا" جوزف نے اردو میں کہا۔

"صرف چالیس فیصد.....ابھی دُم نہیں نکلی۔ یا نکل آئی ہے؟"

"تم نے میرے سو روپے یومیہ کیوں بند کر دیئے باس۔"

"اس عمر میں زیادہ گھی دودھ کھانا مناسب نہیں ہوتا۔"

"میں سمجھوں گا سلیمان کے بچے سے!"

"اس سے کیا سمجھے گا۔" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"اسی نے بہکایا ہے تمہیں۔"

"ہاں، یہ اطلاع ضرور دی تھی کہ تو چرس پینے لگا ہے۔"

"گھٹیا والی نہیں پیتا۔ اس کا ایکسٹریکٹ استعمال کرتا ہوں۔ سگریٹ پر لکیر کھینچی اور بس۔"

"اور جوانی برقرار رکھنے کے لئے گھی دودھ۔"

"میں مر جاؤں گا باس اگر تم نے چرس چھڑوائی۔ پوری اسلامی دنیا میں پی جاتی ہے اور اسی اسلامی ملک میں بنائی جاتی ہے۔ اور پھر تمہاری آسمانی کتاب میں چرس کا کوئی ذکر بھی نہیں ملتا۔"

عمران نے خاموشی سے پرس نکالا اور ایک لال نوٹ کھینچ کر اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "معافی چاہتا ہوں مسٹر جوزف.... لیکن یہ بہت بُرا ہے مسٹر جوزف کہ تم بھی مسلمانوں کی طرح بکواس زیادہ کرنے لگے ہو۔ اور کام کا دور دور تک پتا نہیں۔"

"جوزف کے دانت نکل پڑے اور وہ فرش پر ایک گھٹنا ٹیک کر اس طرح بیٹھ گیا جیسے کسی بادشاہ سے کوئی انعام لے رہا ہو۔"

"بس اب دفع ہو جاؤ۔ لیکن یاد رہے کہ اگر کبھی زیادہ نشے میں دکھائی دیئے تو چمڑی ادھیڑ دوں گا۔"

"نہیں باس ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ چرس تو کتے کو بھی آدمی بنا دیتی ہے۔"

"کیا یہ تیری آسمانی کتاب کی رائے ہے؟"

"نہیں باس! یہ تو سلیمان کہتا ہے۔ اُسی مردود نے مجھے چرس کا مشورہ دیا تھا۔"

"سلیمان نے۔"

"ہاں باس....!"

"اچھا بس اَب تم جاؤ۔"

جوزف چلا گیا اور عمران نے گلرخ کو آواز دی ساتھ ہی بغلی ہولسٹر سے ریوالور بھی نکال لیا تھا۔ گلرخ دوڑی آئی تھی۔ لیکن ہاتھ میں پستول دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"سلیمان کہاں ہے؟"

"میٹنی شو دیکھنے گئے ہیں۔"

"تو پھر کیا میں تجھے گولی مار دوں۔"

"وہ بھی تو چاہتا ہے کہ کوئی مجھے گولی مار دے۔"

"تب تو زندہ رہے گی۔ لیکن آج شام سے تو بیوہ کہلائے گی۔"

"سچ چھوٹے سرکار۔" وہ بے حد خوش ہو کر بولی۔

"بھاگ جا....." عمران اُسے گھونسہ دکھا کر بولا۔ اور وہ چپ چاپ کھسک ہی گئی۔

فون کی گھنٹی پھر بجی۔ عمران نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے فیاض کے سسر شبلی کی آواز آئی۔

"آہا قبلہ فرمایئے!" عمران چہک کر بولا۔

"بے بی نے فیاض کو پہلے ہی بتادیا تھا کہ تم عربی ڈریس میں تھے۔"

"اوہ چھوڑیئے۔ یہ بتایئے اب علاج کا کیا ہوگا۔"

"اب تو ناممکن ہے کہ فوریل کی طرف یہ دونوں رخ بھی کر سکیں گے۔ آخر ڈیوڈ کو کس نے مار ڈالا۔"

"فیاض سے پوچھیئے۔ کیونکہ وہ عنقریب سپرنٹنڈنٹ سے اسسٹنٹ ڈائریکٹر ہونے والے ہیں۔"

"کیا واقعی۔"

"ابھی اسے نہ بتایئے گا۔ ورنہ میرے ڈیڈی کی بدنامی ہوگی۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا مسٹر عمران۔"

"میرے لائق کوئی خدمت!" عمران نے بڑے ادب سے پوچھا۔

"بس کچھ دیر کے لئے مجھے اپنے پاس بلالو.....!"

"آجایئے۔ میں اپنے فلیٹ ہی میں ہوں۔" عمران نے کہا اور اُسے فلیٹ کا پتہ بتانے لگا۔

ریسیور رکھ کر اس نے گل رخ کو آواز دی۔ وہ آئی تو لیکن کسی قدر سہمی ہوئی تھی۔ عمران نے اُسے دیکھ کر قہقہہ لگایا۔ پھر وہ بھی روہانسی ہنسی ہنسنے لگی تھی۔

"دیکھ میں اپنی خواب گاہ میں جارہا ہوں۔ ابھی ایک بوڑھا شبلی نامی آئے گا۔ اُس سے کہہ دینا کہ میں غسل کر رہا ہوں۔ وہ انتظار کرے اور تم اس کے لئے کافی بنانا۔ اور ٹھہرو۔" عمران نے کہا اور الماری کھول کر ایک شیشی سے ایک کیپسول نکالا اور اُسے دیتا ہوا بولا۔ "جب پانی کھول

جائے تو یہ اس میں ڈال دیجو.... پھر کافی۔ لیکن خبردار اُس کافی کا ایک گھونٹ بھی خود نہ لیجو۔"

"میں سمجھ گئی بیہوش کریں گے بڈھے کو۔"

"ہاں، یہی بات ہے۔ بس جا....!"

وہ چلی گئی۔ اور عمران خواب گاہ میں پہنچ کر لباس تبدیل کرنے لگا۔ ابھی پوری طرح فارم میں بھی نہیں آیا تھا کہ گھنٹی بجی۔

"خدا کی پناہ اتنی جلدی!" عمران بڑبڑایا۔ "کیا بذریعہ تار آیا ہے۔"

دوسرے ہی لمحے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔

"کون ہے؟"

"گلرخ سرکار....!"

"ایک میلا کچیلا سا بچہ ہے۔ آپ کا نام لے رہا ہے۔ کوئی خط دینا چاہتا ہے۔ آپ ہی کے ہاتھ میں۔"

"اُسے یہیں لیتی آ....!"

"گلرخ چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد ایک میلے کچیلے لڑکے کے ساتھ واپس آئی جس کی عمر بارہ یا تیرہ سال رہی ہوگی۔

"آپ ہیں عمران صاحب!" لڑکے نے پوچھا۔ عمران نے گلرخ کو باہر جانے کا اشارہ کیا اور وہ چلی گئی۔ تب اُس نے لڑکے کے سوال کا جواب دیا۔

"ہاں میں ہی ہوں۔"

"بی بی جی نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ اُن کا خط پاکر مجھے دس روپے انعام دیں گے۔"

"ہاں ہاں ممکن ہے۔" عمران جیب میں ہاتھ ڈالتا ہوا بولا۔ "لاؤ خط کہاں ہے۔"

"پہلے انعام صاحب۔"

"لے بابا....!" عمران نے دس کا نوٹ اس کی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے کہا۔ لڑکے نے لفافہ اس کی طرف بڑھادیا۔

اُس سے لفافہ لے کر عمران صدر دروازے تک چھوڑنے آیا تھا۔ پھر خواب گاہ میں واپس جاکر لفافہ کھولا۔

اندازہ غلط نہیں نکلا تھا۔ خط شہلا چوہدری ہی کا تھا۔ اُس نے ایک مختصر سی تحریر کے ساتھ پروفیسر شکور کی تصویر اور رائفل کلب کے ویرائٹی پروگرام کا ایک دعوت نامہ بھی بھیجا تھا۔ جو اُسی شب کو منعقد ہونے والا تھا۔ تحریر کے مطابق پروفیسر شکور ایک بڑا زمیندار اور شکاری تھا۔ پروفیسر صرف کلب میں کہلاتا تھا وہ بھی اس لئے کہ کسی قدر شعبدہ کار بھی تھا۔

عمران نے تصویر دیکھی جس کی پشت پر تحریر تھا دس سال پہلے کی تصویر۔ عمران کے لئے کوئی دشوار مسئلہ نہیں تھا اور پھر ایسی صورت میں جبکہ چہرہ داڑھی والا بھی ہو۔

تھوڑی دیر بعد پھر اطلاعی گھنٹی کی آواز سنائی دی اور عمران دم سادھ کر لیٹ گیا۔ شائد پانچ منٹ بعد گلرخ دروازہ کھول کر آئی اور آہستہ سے کہا۔ "بٹھا آئی ہوں۔ اب کافی بنانے جارہی ہوں۔ لیکن صاحب بڈھا حرام زادہ لگتا ہے۔"

"جا دفع ہو جا.... کہیں یہ کھسر پھسر سن لی تو کھیل بگڑ جائے گا۔"

وہ چلی گئی اور عمران اٹھ کر کپڑے بدلنے لگا۔ فلیٹ سے نکل جانا آسان کام نہیں تھا۔ سڑک اور عقبی گلی میں نگرانی کرنے والے موجود تھے اور وہ میک اپ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اُسے تو اب پروفیسر شکور کی حیثیت اختیار کرنی تھی لیکن یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ نگرانی کرنے والوں کی رسائی رانا پیلس تک بھی ہو جاتی۔

اس نے محدود دائرہ کار والے ٹرانس میٹر پر چوہان سے رابطہ قائم کیا جو اپنی ٹیم سمیت عمران کی نگرانی کرنے والوں کی نگرانی کر رہا تھا۔ اور یہ ٹیم خاور اور نعمانی پر مشتمل تھی۔ بہرحال اُس نے آگاہ کیا کہ وہ رانا پیلس جانا چاہتا ہے لہٰذا تعاقب کرنے والوں کو وہاں تک پہنچنے سے باز رکھنا اس کی ذمہ داری ہوگی چوہان نے اطمینان دلایا کہ یہ کوئی ایسا مشکل کام نہیں ہے۔

اس نے کہا" ہمارے پاس تیز رفتار جیپ ہے۔ ہم ان کی گاڑی کو ناکارہ بنا دینے کی کوشش کریں گے۔"

"جس طرح بھی چاہو کرو۔" عمران نے کہا۔ "بس وہ رانا پیلس نہ دیکھنے پائیں۔"

"بے فکر رہو یار۔ کیوں خوامخواہ کان کھا رہے ہو۔" چوہان نے کہا۔

"اگر غلطی ہوئی تو ناک بھی کاٹ لوں گا۔ اوور اینڈ آل" کہہ کر عمران نے سوئچ آف کر دیا۔

اِدھر گلرخ پھر کمرے میں آئی اور کھی کھی کرتی ہوئی بولی۔ "ڈھیر ہو گئے صاحب۔"

"اگر آپ مجھے بھی کچھ تھوڑے سے کیپسول دے دیں تو سلیمان کی میا ہی مار دوں۔"

"کیوں بکواس کرتی ہے اس کی میا نے تیرا کیا بگاڑا ہے۔"

"اے لو صاحب۔ ارے اُسے جنا نہیں تھا میرے لئے۔"

"چل بھاگ نہیں تو دوں گا ایک ہاتھ۔"

"تو آپ کہاں جا رہے ہیں۔"

"باہر.....! اسی لئے تو بڑے میاں کو کیپسول دلوایا تھا۔"

"دیکھیں صاحب یہ مجھے اچھا آدمی نہیں معلوم ہوتا۔ جاگنے کے بعد پتا نہیں۔"

"بس ایک اچھا آدمی جوزف اس پر مسلط کر جاؤں گا۔"

"تب ٹھیک ہے۔"

"جانتی ہے کون ہیں یہ صاحب۔"

"میں کیا جانوں۔"

"کیپٹن فیاض کے سسر.....!"

"ارے غضب۔"

"اسے کہیں سے فون کر دوں گا کہ اُسے اٹھوا لے۔"

"نہیں صاحب وہ آئے تو اُودھم مچ جائے گا۔ بس یہ جاگیں اور خود ہی چلتے پھرتے نظر آئیں۔ بہتر یہی ہوگا۔"

"اچھا چل یونہی سہی۔ اس وقت پانچ بجے ہیں۔ یہ سات بجے جاگے گا۔"

"جاگ کر آپ کو پوچھا تو کیا کہوں گی۔"

"کہہ دینا کہ نہا کر آئے تو آپ سو رہے تھے۔ جگایا نہیں باہر چلے گئے۔ دس گیارہ بجے رات تک واپسی ہوگی۔"

"بہت اچھا۔ لیکن جوزف سے بھی کہہ جایئے۔"

عمران جوزف کو خصوصی ہدایات دے کر فلیٹ سے نکلا چلا آیا۔ ٹوسیٹر باہر موجود تھی۔ اطمینان سے ڈرائیو کرتا رہا۔ سرخ رنگ کی کورولا ٹوسیٹر کا تعاقب کر رہی تھی۔ پھر ایک موڑ پر اچانک تعاقب کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ پھر عمران دور تک دیکھتا چلا گیا تھا لیکن سرخ کورولا نظر

نہیں آئی تھی۔ بالآخر وہ رانا پیلس تک جا پہنچا۔

بلیک زیرو یا عرف عام میں طاہر نے اس کی پذیرائی کی۔ ایکس ٹو کے دوسرے ماتحت اُسے صرف رانا پیلس کے منتظم کی حیثیت سے جانتے تھے۔ اس نے بلیک زیرو سے کہا۔ "جب میں فلیٹ سے چلا تھا تو سرخ رنگ کی ایک کورولا تعاقب کر رہی تھی لیکن پرنسٹن کے موڑ پر اچانک وہ غائب ہو گئی۔ اس کے پیچھے جیپ پر نعمانی خاور اور چوہان تھے۔ معلوم کرو کہ آخر انہوں نے کس طرح اس تعاقب کا سلسلہ توڑا تھا۔"

"بہت بہتر میں ابھی دیکھتا ہوں۔" کہتا ہوا وہ دوسرے کمرے میں چلا گیا اور عمران پروفیسر شکور کے میک اپ کا انتظام کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد بلیک زیرو نے اطلاع دی۔

"پرنسٹن کے چوراہے پر جیپ نے کورولا کو ٹکر مار دی۔ نعمانی ڈرائیو کر رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس نے گاڑی کو اس قابل نہ چھوڑا ہو گا کہ وہ تعاقب جاری رکھ سکے۔ لہٰذا نعمانی پرنسٹن کے تھانے میں بند ہے۔ خاور اور چوہان اس کی ضمانت کے لئے دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔ کرولا میں دو افراد تھے جن میں سے ایک معمولی سا زخمی بھی ہوا ہے۔"

"کیا یہ نعمانی تنویر کی جگہ لینے کی کوشش کر رہا ہے۔" عمران نے تفکر آمیز لہجے میں کہا۔

بلیک زیرو کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد عمران اپنا میک اپ مکمل کر رہا تھا پھر پروفیسر شکور کی تصویر اور اُس میں سرمُو فرق نہ رہ گیا۔

"میں پروفیسر شکور ہوں۔" عمران نے بلیک زیرو سے اپنا تعارف کرایا۔ "ایک شکاری اور بڑا زمیندار۔ دس سال قبل میں اپنی ساری جائیداد فروخت کر کے افریقہ چلا گیا تھا۔ سیلانی اور جہاں گرد آدمی ہوں اور اب نیروبی میں میرا بزنس ہے۔ میں ایک سیاح کی حیثیت سے ملک میں داخل ہوا ہوں اور اب رانا تہور علی کا مہمان ہوں۔"

"بہت بہتر جناب۔" بلیک زیرو نے کہا۔

"اس وقت رائفل کلب کے ایک ورائٹی پروگرام میں حصہ لینے جا رہا ہوں۔ دو ایک شعبدے میں تیار کر لوں گا کہ شکور اسی بنا پر پروفیسر شکور کہلانے لگا تھا۔ ورنہ اس کے فرشتوں نے بھی کبھی کسی تعلیمی ادارے کی شکل نہ دیکھی ہو گی۔"

"میں سمجھ گیا جناب۔ اگر کبھی کوئی آپ کے بارے میں پوچھ گچھ کرے تو اس سے انہی

حقائق کی روشنی میں گفتگو کروں۔"

"ہاں، میں یہی کہنا چاہتا ہوں اور خود بھی شکور کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔"

"لیکن جناب کبھی کبھی رانا صاحب کی شکل میں یہاں تشریف لایا کیجئے۔ ورنہ خواہ مخواہ پڑوسی ہماری طرف سے شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جائیں گے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو! اب خیال رکھوں گا۔ ہاں تو کلب جانے کے لئے شکاری گاڑی نمبر چار نکلوادو۔"

"بہت بہتر جناب۔" بلیک زیرو نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ شکاری گاڑی نمبر چار میں چار مخصوص اور غیر معمولی خوبیاں تھیں۔ پہلی خوبی تو یہ تھی کہ ایک بٹن دباتے ہی گاڑی کی دونوں سائڈیں اس طرح اوپر اٹھ جاتی تھیں جیسے وہ کوئی گاڑی نہیں بلکہ سائبان ہو۔ دوسرا بٹن دبانے سے دونوں اطراف سے سب مشین گنوں کی چھوٹی چھوٹی نالیں بر آمد ہوتی تھیں اور فائرنگ شروع ہو جاتی تھی۔ تیسرا بٹن دبانے سے تعاقب کرنے والی گاڑی کے اگلے حصے کا کوئی ٹائر فلیٹ ہو سکتا تھا۔ چوتھا بٹن دبانے سے ڈرائیونگ سیٹ کسی ہوائی جہاز کے پائلٹ کی سیٹ کی طرح باہر جا پڑتی تھی۔ بہر حال وہ کچھ شعبدے بھی ساتھ لے کر اُسی گاڑی میں کلب کی طرف روانہ ہو گیا۔



رائفل کلب کا بڑا سا ریکریشن ہال تماشائیوں سے بھرا ہوا تھا۔ کچھ تو کلب کے ممبر تھے اور کچھ شہر کے معززین جنہیں اعزازی طور پر شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ بعض حضرات تو بال بچوں سمیت تشریف لے آئے تھے اس لئے کانوں پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ اناؤنسر کے فرائض خود شہلا چودھری کو سونپے گئے تھے۔ وہ اسٹیج پر آئی اور سناٹا چھا گیا۔ صرف ایک آدھ بچے کی آواز ہال میں گونجتی رہی۔

"خواتین و حضرات! شہلا چوہدری آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ مجھے یہاں کی ممبر شپ کے سلسلے میں جو اعزاز نصیب ہوا تھا وہ آج تک کسی کے حصے میں نہیں آیا۔ میں پہلی خاتون ممبر تھی جسے صرف چودہ سال کی عمر میں ممبر شپ مل گئی اور سولہ سال کی عمر میں نشانے بازی کے

مقابلے میں دوسری پوزیشن حاصل کی تھی۔۔۔۔ اور اس کا سہرا میرے استاد پروفیسر شکور کے سر تھا۔ وہ ایک ماہر نشانہ باز ہیں۔ اندھیرے میں محض آواز پر نشانہ لگا سکتے تھے۔ ہماری بد نصیبی تھی کہ دس سال پہلے انہوں نے اپنی ساری جائیداد فروخت کی اور دنیا کی سیاحت پر نکل کھڑے ہوئے۔ لیکن دس سال بعد وہ پھر واپس آئے ہیں۔"

ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ خصوصیت سے پرانے ممبر بہت زیادہ پرجوش نظر آنے لگے تھے۔ شہلا پھر بولی۔ "خواتین و حضرات کسی دن پروفیسر صاحب یہاں اپنے نشانہ بازی کے کمالات کا مظاہرہ کریں گے۔ آج تو آپ صرف چند شعبدے ملاحظہ فرمایئے جن کی بناء پر پروفیسر یہاں بہت مقبول تھے۔ پروگرام کی ابتداء پروفیسر کے کمالات سے ہوگی۔ پروفیسر شکور۔۔۔۔!

وہ سامنے سے ہٹ گئی اور اسٹیج پر بائیں جانب اسپاٹ لائٹ کے ساتھ حرکت کرتا ہوا عمران اسٹیج کے وسط میں آکھڑا ہوا۔ سیاہ ڈاڑھی جس کے دونوں اطراف میں جبڑوں پر سفید بالوں کی دھاریاں خود اسے کسی قسم کا خوفناک جانور ہی بنا کر پیش کررہی تھیں۔۔۔۔ گھنی مونچھوں کے دہانے کا بہت مختصر سا حصہ نمایاں تھا۔ وہ خالص پیشہ ورانہ انداز میں جھکا اور جیب سے دو لوہے کے گولے نکال کر اسٹیج پر ڈال دیئے۔ پھر بولا۔ "خواتین و حضرات میں اسے موت کی دوڑ کہتا ہوں۔ اگر میرے بعد کوئی اور صاحب اس کھیل کو پیش کرنا چاہیں تو مجھے اُن سے مل کر خوشی ہوگی۔ کیونکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس کھیل کے لئے میں ایشیاء میں واحد آدمی ہوں۔ میں ان گولوں پر کھڑا ہو کر دوڑ لگاؤں گا نہ میرے پنجے فرش سے لگیں گے اور نہ ایڑیاں۔ آپ خصوصیت سے اس پر نظر رکھئے گا۔ کیونکہ یہی اس کھیل کا کمال ہے۔"

وہ ان گولوں پر کھڑا ہو کر پورے اسٹیج پر چکرانے لگا۔ بالکل ایسا لگتا تھا جیسے اسکیٹس پہن کر اسکیٹنگ کررہا ہو۔ ہال تالیوں سے گونج اٹھا اور وہ گولوں سے اتر آیا۔ لیکن بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ آخر ہانپتا ہی ہوا بولا۔ "خواتین و حضرات اب مجھ میں اتنی سکت نہیں رہی کہ دیر تک کسی قسم کا مظاہرہ کرسکوں۔ اور پھر میں پرسوں ہی تو آیا ہوں۔ ابھی تک سفر ہی کی تھکن نہیں اُتری۔ اب میں آخری شعبدہ دکھا کر آپ سے اجازت چاہوں گا۔ اس نے اپنی ٹاپ ہیٹ اُتار کر ناظرین کو دکھائی اور بولا۔ "دیکھئے یہ بالکل خالی ہے۔ اَب آپ میں سے کوئی صاحب اسٹیج پر آجائیں۔" ایک تیز طرار لڑکی چھلانگ مار کر اسٹیج پر جاچڑھی اور پروفیسر نے جیب سے ایک

تصویر نکالی اور لڑکی کی طرف دیکھ کر بولا۔ "یہ کس کی تصویر ہے۔"

"کبوتر کی۔" لڑکی نے کہا۔

"مجھے نہیں ناظرین کو بتائیے۔"

لڑکی نے ہال کی طرف منہ کر کے کہا۔ "خواتین وحضرات یہ ایک کبوتر کی تصویر ہے۔"

پروفیسر یعنی عمران نے پھر ٹاپ ہیٹ سر سے اتاری اور لڑکی سے پوچھا۔ "اس میں کیا ہے۔"

"کچھ بھی نہیں خالی ہے۔"

"اچھا اب اس کبوتر کی تصویر کو ہیٹ میں رکھ کر خود ہی یہ ہیٹ میرے سر پر رکھ دیجئے۔"

لڑکی نے ایسا ہی کیا۔ اور پروفیسر زور سے بولا۔ "خواتین و حضرات یہ شعبدہ نہیں ہے۔ افریقہ کے خشک سرکنڈوں کا جادو ہے۔ جہاں سیاہ فاموں کے اجداد کی روحیں بسیرا کرتی ہیں۔ اسے سیکھنے کے لئے میں بہت بڑے بڑے خطرات سے گذرا ہوں۔ لیکن خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ملاحظہ فرمائیے۔"

اس نے اس بار ٹاپ ہیٹ اُتاری تو اُس کے سر پر ایک کبوتر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ پھر اُس نے اُڑ کر ہال کا ایک چکر لگایا اور ایک کھڑکی سے باہر نکل گیا۔ اس بار اتنے زور سے تالیاں بجائی گئیں تھیں کہ چھت اڑ جانے کا خدشہ پیدا ہو گیا تھا۔

"ایک اور.... ایک اور پروفیسر پلیز....!" مجمع شور مچا رہا تھا۔

لیکن وہ پھر اسٹیج پر نہیں رکا تھا۔ اسٹیج کے عقب میں کئی عورتیں جو شائد پروفیسر کی پرانی شناسا تھیں اُس کا انتظار کر رہی تھیں۔

"تم ہمیشہ سے متحیر کر دینے کے عادی ہو پروفیسر....!" ایک نے آگے بڑھ کر قریب قریب اس سے بغل گیر ہوتے ہوئے کہا اور عمران بوکھلا گیا۔ اس نے اُس موضوع پر تو سوچا ہی نہیں تھا کہ پروفیسر کے بہتیرے ملنے والے ہوں گے آخر وہ ان کے سلسلے میں کیا کرے گا۔



کلارا ڈکسن غاروں والی تجربہ گاہ میں ٹہل رہی تھی۔ اس کے ساتھ ایک قوی الجثہ اور

قد آور مرد بھی تھا جس کی عمر تیس اور چالیس کے درمیان رہی ہو گی۔ دفعتاً کلارا چلتے چلتے رک کر بولی۔ "رابرٹو.... تم نے پروفیسر شکور کے بارے میں کیا معلومات حاصل کیں۔"

"ایک آوارہ گرد لیکن خطرناک آدمی ہے۔" رابرٹو نے یونہی رواروی میں کہا۔ "بیشک چند ماہ قبل وہ نیروبی ہی میں تھا۔ لیکن وہاں سے اُسے فرار ہونا پڑا۔ کیونکہ وہاں کی حکومت سے متعلق ایک سازش ترتیب دے رہا تھا۔"

"سیاسی آدمی ہے۔"

"کسی حد تک کہہ سکتے ہیں۔" رابرٹو نے فرش پر نظر جمائے ہوئے کہا۔ "افریقہ کے کئی ملکوں میں انقلاب لانے کی کوشش کر چکا ہے۔ لیکن قسمت کا سکندر ہے کہ ہر بار خود بچ نکلا اور اس کے ساتھی مارے گئے۔"

"کیا واقعی وہ نیروبی کا کوئی بڑا بزنس مین ہے۔"

"اسمگلر کہا جاسکتا ہے اُسے۔ بہر حال اُس کا ریکارڈ اچھا نہیں ہے۔"

"مخالف کیمپ کا جاسوس بھی ہو سکتا ہے۔" کلارا بولی۔

"اس کے امکانات کو بھی مسترد نہیں کیا جاسکتا۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"شہلا چوہدری کے سارے ملنے والے خطرناک ثابت ہو رہے ہیں۔ راشد پٹھان کے بارے میں کیا اطلاع ہے؟"

"اس کا کہیں سراغ نہیں مل رہا۔"

"یہ اُس سے بھی زیادہ تشویش ناک ہے۔" کلارا نے کہا اور کسی سوچ میں ڈوب کر پھر ٹہلنا شروع کر دیا۔ رابرٹو اس کا ساتھ طوعاً و کرہاً دے رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اس پر مجبور ہو۔ انداز گفتگو سے اس کا کوئی ماتحت معلوم ہوتا تھا۔

وہ پھر رکی اور اُس کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔ "سنگزاد سے متعلق رپورٹ!"

"اُسے سائیکو مینشن میں رکھا گیا ہے اور وہاں کے ڈاکٹروں کے زیرِ معائنہ ہے۔"

"ہوں۔ یہ بھی مناسب نہیں ہوا۔"

"پھر کیا ہونا چاہئے تھا۔"

"اُس کی یادداشت بحال کرنے کے لئے اُسے اس کے پرانے آفس میں بٹھایا جاتا۔"

"ضروری تو نہیں کہ ہم اپنا مطمع نظر اُن پر مسلط کر سکیں۔" رابرٹو بولا۔ "اگر یہ بات تھی تو ہمیں کوئی اور طریق کار اختیار کرنا چاہئے تھا۔ ایسا کہ وہ اُسے اُس کے دفتر میں بٹھانے پر مجبور ہو جاتے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ دراصل سارا کھیل ڈیوڈ کی حماقتوں کی بناء پر بگڑا ہے۔ اس نے مقامی بدمعاشوں سے کام لینا شروع کر دیا تھا۔"

"اُس پر خاک ڈالو۔ اب تو اس معاملے کو کسی اور طرح نپٹانے کی سوچنا چاہئے۔"

"یہی تو بڑی مصیبت ہے کہ یہاں ہم میں کوئی سوچنے والا نہیں ہے۔" کلارا بولی۔

"ہماری تنظیم کا سمندر پار والا شعبہ قریب قریب ناکارہ ہو چکا ہے۔ اُس کی ساری تدبیریں لوگوں پر اظہر من الشمس ہو جاتی ہیں۔"

"اس میں شعبے کا اتنا قصور نہیں ہے۔ جتنا ہمارے پریس کا ہے جس کی کوئی ٹھوس پالیسی ہی نہیں ہے۔ صحافیوں کی تحریریں دیکھئے تو ایسا لگتا ہے جیسے ان سے بڑا ملک و قوم کا دشمن اور کوئی نہ ہو۔ ہم سے متعلق ساری دنیا کو کس نے آگاہ کیا ہے۔ ہمارے پریس نے۔"

"اور یہ حکومت کی غلط پالیسی کا نتیجہ ہے۔ پریس کو کبھی اتنی آزادی نہ دینی چاہئے۔ ساری دنیا میں صرف دو قومیں بیوقوف پائی جاتی ہیں۔ ایک انگریز اور دوسرے ہم۔"

"یہ کس بناء پر کہہ رہے ہو؟"

"دونوں ممالک کے پریس شتر بے مہار ہیں۔"

"یہ تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو!"

"ہم پر کتنی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور یہ سب کتابیں ہماری قوم ہی کے افراد نے اپنے ہی ملک میں بیٹھ کر لکھی ہیں۔ اگر کسی ملک میں ہم کوئی کارنامہ انجام دیتے ہیں تو ہمارے ادارے پر کتنی لعن طعن ہوتی ہے اور بالکل ایسا لگتا ہے جیسے یہ سب ہماری اپنی قوم کے افراد نہ ہوں بلکہ مخالف کیمپ سے تعلق رکھتے ہوں۔ کسی گلی میں کوئی کتا بھونکا اور کسی کو کاٹنے دوڑا اور دوسرے دن کے اخبارات میں اس قسم کی سرخیاں نظر آئیں کہ یہ ہماری تنظیم کی غلط پالیسیوں کا نتیجہ تھا۔"

کلارا ہنس پڑی اور رابرٹو کا شانہ تھپک کر بولی۔ "بہت تیز ہو رہے ہو۔"

وہ صرف مسکرا کر رہ گیا۔ لیکن آنکھوں سے ظاہر ہو تا تھا جیسے اُسے کسی دربار سے خلعت معہ خطاب عطا کر دیا گیا ہو۔

کلارا کچھ دیر بعد بولی۔ "میں تم سے پوری طرح متفق ہوں کہ ہماری قوم لاقانونیت کا شکار ہو گئی ہے۔ کسی پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ہاں جو چیز کسی بڑے آدمی کو گراں گزر جائے اُس کے لئے پولیس حرکت میں آجاتی ہے۔ ورنہ سب چلتا ہے۔"

"اوہو۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ چھوٹے کرسٹل ناکارہ ہیں؟" رابرٹو نے سوال کیا۔

"ہرگز نہیں۔ لیکن میں اس معاملے کو یہی رنگ دینا چاہتی تھی کہ ہم پتھر کے ضرور ہو گئے ہیں لیکن جارحیت کی صلاحیت ہم میں نہیں ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ بالآخر آئی ایس آئی والوں نے اُسے اپنی تحویل میں لے لیا۔"

"لیکن کیا سنگزادا اپنے طور پر جارحیت کا مرتکب ہو سکے گا۔"

"ہرگز نہیں! چھوٹا کرسٹل یہاں سے فعال بنایا جائے گا۔ ہم جب چاہیں گے اُسے جارحیت پر بھی آمادہ کر سکیں گے۔"

"ہمارے ادارے کے سائنسدان بھی کمال ہی کر رہے ہیں۔" رابرٹو بولا۔

"احمقوں کو سیدھی راہ پر لانے کے لئے سائنس سے بھی مدد لینی پڑتی ہے۔"

"اور یہ علی عمران.... یہ کیا چیز ہے!"

"بے حد خطرناک آدمی ہے۔"

"کیا واقعی بلیک میلر ہے۔"

"کیا ہم واقعی بلیک میلر ہیں! کچھ لوگوں کو قابو میں رکھنے کے لئے انہیں بلیک میل بھی کرنا پڑتا ہے۔ عمران بھی اسی قسم کا بلیک میلر ہو سکتا ہے۔ کیا تم نے پہلے کبھی اس کا نام نہیں سنا۔"

"سنا ہوا سا تو لگتا ہے۔"

"ورلڈ فیم کا آدمی ہے۔ خصوصیت سے زیرولینڈ کا اسپیشلسٹ ہے۔ سنا جاتا ہے کہ تھریسیا اسے چاہتی ہے۔"

"بڑی عجیب عجیب باتیں سننے میں آرہی ہیں۔"

"کیا تم نے اُسے دیکھا ہے؟"

"کئی بار....!" کلارا طویل سانس لے کر بولی۔ "صورت سے بالکل احمق لگتا ہے۔ ہم تو یہ پوز کر رہے ہیں کہ سچ مچ ہم اُسے بلیک میلر تصور کرتے ہیں۔ دراصل اگر ہم اس کے سلسلے میں زیادہ عقلمند بننے کی کوشش کریں گے تو خود ہمارا راز افشاء ہو جائے گا کہ ہم کون ہیں۔"

"اب پوری بات سمجھ میں آئی ہے؟"

"اگر کسی طرح عمران ہاتھ آجائے تو بس یہ سمجھو کہ ہماری فتح ہے۔" کلارا ڈکسن نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔ اور پھر ٹہلنے لگی۔ انداز سے مضطرب نہیں معلوم ہوتی تھی۔ لیکن کبھی کبھی آنکھوں سے اندر کی بے چینی مترشح ہونے لگتی تھی۔



سنگراد سائیکو مینشن میں ڈاکٹروں کے زیرِ معائنہ تھا اور سائیکو مینشن اس طرح فوج کے گھیرے میں تھی کہ وہاں پرندہ پر نہیں مار سکتا تھا۔ ڈاکٹروں کی اس ٹولی میں عمران بھی موجود تھا۔ اس کے جسم پر بھی ڈاکٹر ہی سا سفید لباس تھا۔ عمران کے علاوہ اور سارے فیلڈ ورکرز اپنی اپنی اقامت گاہوں میں منتقل ہو گئے تھے۔ کلارا کے ہاتھوں اس عمارت کا جو حشر ہوا۔ وہی اس سے پہلے والے ہیڈ کوارٹر دانش منزل کا تھریسیا کے ہاتھوں ہو چکا تھا۔ بہرنوع فی الحال یہ مسئلہ زیرِ غور نہیں تھا کہ آئندہ اس سلسلے میں کیا ہوگا؟

سب سے اہم مسئلہ خود سنگراد تھا۔ اس وقت وہ بستر پر خاموش پڑا تھا۔ آنکھیں چھت سے لگی ہوئی تھیں اور عمران اس کے قریب ہی کرسی ڈالے بیٹھا اُسے پُر تشویش نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

دفعتاً سنگراد کا رخ عمران کی طرف ہو گیا اور اس نے کہا۔ "ڈاکٹر اس پوری بھیڑ میں صرف تم ہی مجھے ایک معقول آدمی نظر آئے ہو۔"

"شکریہ کرنل....!"

"اوہ کرنل!" وہ ہنس پڑا پھر بولا۔ "ہاں مجھے یہی باور کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ میں

کوئی کرنل شہزاد ہوں اور کبھی آئی ایس آئی کا ایک ڈپٹی ڈائریکٹر تھا۔"

"یہ حقیقت ہے کرنل۔"

"لیکن مجھے کیوں یاد نہیں آتا۔"

"حافظہ کھو بیٹھنا کوئی معمولی مرض نہیں۔ لیکن لاعلاج بھی نہیں ہے۔اگر مرض کی وجہ معلوم ہو جائے۔"

"وہ تو مجھے بھی نہیں معلوم۔"

"ظاہر ہے۔ ورنہ آپ کبھی کے صحت مند ہو چکے ہوتے۔"

"اگر میں کرنل شہزاد ہوں تو مجھے میرا دفتر دکھایا جائے۔"

"میں آپ کی یہ تجویز بورڈ کے سامنے پیش کروں گا۔"

"ہاں۔ ضرور ضرور۔" کہہ کر سنگزاد نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن عمران نے ہاتھ سے روک دیا۔ "کرنل..... پلیز..... لیٹے رہیے۔ آپ کو آرام کی سخت ضرورت ہے۔"

"لیکن میں تو ذرا سی بھی کسلمندی نہیں محسوس کر رہا۔"

"آپ تو پتھر کے ہیں۔ جب بچے پتھر مارتے ہیں تو کسی قسم کا احساس نہیں ہوتا۔"

"بس صرف اسی قدر کہ کوئی چیز جسم سے ٹکراتی ہے۔ لیکن اسے چوٹ لگنا تو نہیں کہہ سکتے۔"

"قطعی نہیں۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اس معاملے میں یہ لوگ خواہ مخواہ آپ کے سر ہو رہے ہیں۔ تنہا میں کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ بورڈ کا معاملہ ہے۔"

"اچھا ڈاکٹر فرض کرو! میں سب کچھ تسلیم کرلوں تو پھر کیا ہوگا۔"

"یہ بھی متعلقہ افراد ہی بتا سکیں گے کرنل۔ ہم ڈاکٹروں کو اس سے کیا سروکار۔ ہم صرف آپ کی بحالی صحت کے خواہاں ہیں۔"

اتنے میں دوسرا ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوا۔ عمران نے گھڑی دیکھی اور طویل سانس لے کر سنگزاد سے بولا۔ "اچھا کرنل شب بخیر میری ڈیوٹی ختم ہو گئی۔"

سنگزاد نے بُرا سا منہ بنایا لیکن کچھ بولا نہیں۔

ایک گھنٹے بعد عمران پھر رانا پیلس میں تھا اور پروفیسر شکور کا میک اپ کر رہا تھا۔ اُس نے گھڑی دیکھی۔ آٹھ بجے تھے۔ ساڑھے آٹھ بجے اُسے ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں پہنچنا تھا۔ جہا

شہلا چودھری نے رات کے کھانے کی دعوت دی تھی۔ عمران چاہتا بھی یہی تھا کہ زیادہ سے زیادہ اُس کے ساتھ دیکھا جائے۔ میک اپ کی تکمیل کے بعد اس نے بلیک زیرو کو طلب کیا۔

"تم نے پروفیسر شکور کے بارے میں کیا معلومات فراہم کیں۔" عمران نے اُس سے پوچھا۔

"وہ تو بے حد خطرناک آدمی ثابت ہوا ہے جناب۔ افریقہ کے کئی ممالک کی پولیس اُس کی تلاش میں ہے۔ یہیں کا باشندہ تھا دس سال پہلے اپنی یہاں کی جائیداد فروخت کر کے دنیا کی سیاحت کے لئے نکلا تھا۔ افریقہ پہنچ کر سازشوں میں ملوث ہو گیا۔ کئی حکومتوں کے تختے الٹنے کی کوشش کر ڈالی۔"

"تم نے اچھی خبر سنائی ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اب جلدی سے پروفیسر شکور کے جعلی کاغذات بھی تیار کرا ڈالو۔ یعنی پاسپورٹ وغیرہ.... کیا سمجھے۔"

"بہت بہتر جناب۔"

پھر عمران نے وہی مخصوص گاڑی نکلوائی تھی۔ جس پر رائفل کلب گیا تھا۔ ٹپ ٹاپ میں شہلا اُسے منتظر ملی۔

"تم نے مجھے بڑی الجھن میں ڈال دیا ہے چودھرانی۔" عمران نے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیوں کیا ہوا؟"

"یہ تمہارے پروفیسر شکور صاحب! تم ان کے بارے میں اور کیا جانتی ہو۔"

"بس اتنا ہی جتنا آپ کو بتا چکی ہوں۔"

"تمہاری معلومات باسی ہیں۔ تازہ ترین معلومات نے میرے تو چھکے چھڑا دیئے ہیں۔ کسی وقت بھی ہتھکڑیاں پڑ سکتی ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی۔" وہ پریشان ہو کر بولی۔

"پروفیسر ایک خطرناک آدمی بن چکا ہے۔ افریقہ کے ملکوں کی پولیس کو اس کی تلاش ہے۔"

شہلا کی آنکھوں میں بے یقینی اور سراسیمگی کے ملے جلے آثار پائے جاتے تھے۔

"اور اَب!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "میں اُس دوست کے گھر واپس نہیں جاؤں گا جہاں میں بحیثیت پروفیسر مقیم ہوں۔"

"پھر کہاں جائیں گے۔"

"اَب تم ہی میرے قیام کا انتظام کروگی۔"

"بڑی خوشی سے جہاں آپ کہیں!"

"دیناز ہوٹل بھی تو تمہارا ہی ہے۔"

"جی ہاں۔"

"میں وہیں قیام کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں ابھی فون کرتی ہوں منیجر کو۔"

"ضرور کرو.... اور اُسے ہدائت کردو کہ جو بھی کمرے کی کنجی طلب کرے اُسے بغیر حیل وحجت دے دی جائے۔"

"بہت بہتر۔ میں ابھی آئی۔" شہلا اٹھتی ہوئی بولی۔

پھر وہ منیجر کے کمرے کی طرف چلی گئی۔



کلارا ڈکسن اس بھیڑ میں امتیازی حیثیت رکھتی تھی۔ سب اُس کا اسی طرح احترام کرتے تھے جیسے وہ اُن کی سربراہ ہو۔ یہی رویہ رابرٹو کے ساتھ بھی تھا۔ خود اُن دونوں کے درمیان جس قسم کی گفتگو ہوتی تھی اس سے بھی یہی معلوم ہوتا تھا جیسے برابر کا درجہ رکھتے ہوں۔ اس وقت بھی رابرٹو اپنی تنظیم پر کڑی تنقید کررہا تھا اور وہ خاموش بیٹھی سن رہی تھی۔ آخر کچھ دیر بعد بولی۔ "آخر ان سب باتوں کا فائدہ!"

"تنقید اصلاح کا ایک صحت مند ذریعہ ہے۔" رابرٹو نے کہا۔

کلارا ہنس پڑی اور رابرٹو اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "اس میں اس طرح ہنسنے کی کیا بات ہے۔"

"تم مجبور کرتے ہو اس طرح ہنسنے پر، صرف دوسروں پر تنقید نہیں بلکہ خود تنقیدی بھی اصلاح کا بہترین ذریعہ ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"ڈیوڈ جیسے احمق آدمی کا انتخاب تم نے کیا تھا۔"

رابرٹو نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا۔ پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ تنقید گھونسے کی طرح اُس کی کھوپڑی پر پڑی تھی۔

"کیوں خاموش کیوں ہو گئے۔"

"کچھ نہیں وہ محض اندازے کی غلطی تھی۔"

"اسی طرح کبھی کبھی تنظیم سے بھی اندازے کی غلطی ہو جاتی ہے۔ اور اس کی سب سے بڑی وجہ مخالف کیمپ کی سرگرمیوں سے کماحقہ ناواقفیت ہوتی ہے۔"

"میں تم سے یہی کہلوانا چاہتا تھا۔" رابرٹو مسکرا کر بولا۔ "یہ بھی ہمارے پریس اور صحافیوں کی عنایت کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے مخالف کیمپ کی خفیہ تنظیموں پر بھی کتابیں لکھی اور چھاپی ہیں۔ لہٰذا وہ بھی اب اتنے محتاط ہو گئے ہیں کہ ہمیں ان کی مصروفیات کا علم نہیں ہو پاتا۔"

"ہو سکتا ہے کہ تمہارا خیال درست ہو۔ لیکن فی الحال پیش نظر مسئلے پر ہی توجہ دو تو بہتر ہو گا۔"

"میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر فوریل کو فیلڈ سے ہٹا دیا جائے۔" رابرٹو نے کہا۔

"میں تم سے متفق نہیں ہوں۔ اگر اُسے فیلڈ سے ہٹا لیا گیا تو ڈیوڈ کے قتل کا الزام اُسی پر آجائے گا۔ اور یہ کسی طرح بھی مناسب نہ ہو گا۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" وہ بے دلی سے بولا۔

"خیر ختم کرو اس قضیئے کو۔ پروفیسر شکور کے بارے میں کیا رپورٹ ہے۔"

"وہ دینار ہوٹل کے سوٹ نمبر ایک سو تیس میں مقیم ہے۔ پچھلی رات دونوں نے ٹپ ٹاپ کلب میں کھانا کھایا تھا یہ لڑکی میری سمجھ سے باہر ہے۔ باپ اس قدر بزدل ہے اور بیٹی اتنی دلیر۔"

"دونوں پر کڑی نظر رکھو۔"

"مجھے حیرت ہے کہ ابھی تک یہاں کی پولیس پروفیسر کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔" رابرٹو نے کہا۔

"نہ جانے کیوں مجھے پروفیسر کے معاملے میں کوئی بات غیر فطری سی لگ رہی ہے۔"

"کیا بات۔"

"یہی تو ابھی تک سمجھ میں نہیں آسکا۔ خیر سنگزاد سے متعلق کیا رپورٹ ہے۔"

"اُسے سائیکو مینشن سے چھاؤنی کے ایک بنگلے میں منتقل کر دیا گیا ہے اور آج اُسے اس کے آفس میں بھی لے جایا گیا تھا۔"

"گڈ۔" وہ چٹکی بجا کر بولی۔ "اب بات بنی ہے۔ کبھی کی بن جاتی اگر تم نے یہ معاملہ ڈیوڈ کے سپرد نہ کیا ہوتا۔"

"خدا کے لئے اب اس کا نام لینا بند کر دو۔ میں خود کو بالکل گھامڑ محسوس کرنے لگتا ہوں۔"

"چلو ختم کرو۔ کوئی اور بات کرو۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"پروفیسر کی بات ہونی چاہئے۔ آخر یہ لڑکی...."

"ایک منٹ۔" کلارا ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "راشد پٹھان کیا کر رہا ہے۔"

"بھاگ گیا۔ علاقہ غیر سے اُس کا تعلق تھا۔ یہاں نہیں ہے۔ آخر یہ لڑکی اپنی ان حرکتوں سے ہمیں کیا باور کرانا چاہتی ہے۔"

"یہی کہ وہ ہم سے خائف نہیں ہے۔"

"اس سے فائدہ۔"

"فائدہ ہو یا نہ ہو اس کا باپ تو بے چوں وچرا وہی کر رہا ہے جو ہم چاہتے ہیں۔"

کچھ دیر خاموشی رہی پھر رابرٹو بولا۔ "کیوں نہ سنگزاد کا کھیل شروع کر دیا جائے۔"

"ابھی نہیں۔ پہلے آہستہ آہستہ اُس کی یادداشت واپس لائی جائے گی۔ اس کا انحصار چھوٹے کرسٹل کی کارکردگی پر ہے۔"

"کیا واقعی چھوٹے کرسٹل میں کوئی نقص رہ گیا تھا۔"

"ایک آدھ میں۔ لیکن میں نے تو پوز کیا تھا کہ میری جارحانہ صلاحیت کمزور پڑ گئی ہے۔ میرا چھوٹا کرسٹل صحیح طور پر کام کر رہا ہے۔"

"مجھے بھی کرسٹلائزڈ کرادو۔"

"صرف انہیں کیا جا سکتا ہے جن کے خون کی قسم کرسٹلز سے مطابقت رکھتی ہو۔ ہر ایک پر یہ وبال نہیں آسکتا۔"

"وبال کیوں کہہ رہی ہو۔"

"اس طرح یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ تاوقتیکہ اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لو کہ کرسٹلائیزیشن کیسے ہوتا ہے۔ خیر ختم کرو۔ سب سے خطرناک آدمی عمران کے بارے میں تم نے ابھی تک کوئی رپورٹ نہیں دی۔"

"اُس کا سراغ ہی نہیں مل رہا۔"

"اور یہی سب سے زیادہ مخدوش پہلو ہے۔"

"اُسے شاید علم تھا کہ میرے آدمی اُس کا تعاقب کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کے آدمیوں نے گاڑی کا حادثہ کر کے انہیں تعاقب سے باز رکھا۔ بس اسی وقت سے عمران کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم ہو سکا۔"

"میں اس کے سلسلے میں اب انتہائی قدم اٹھانا چاہتی ہوں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اپنے آدمیوں سے کہہ دو کہ جب بھی نظر آئے اُسے گولی ماردیں۔"

"پتا نہیں کہاں نظر آئے۔"

"سائیلنسر لگے پستول سے ہر جگہ ممکن ہے۔"

رابرٹو خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔



عمران نے اس کا انتظام کر لیا تھا کہ پولیس پروفیسر شکور کے بارے میں اِدھر اُدھر پوچھ گچھ کرتی پھرے۔ اِدھر اُدھر سے مراد صرف کلب کے مختلف ممبروں سے تھی۔ سر سلطان نے اس کا انتظام بطریق احسن کرادیا تھا۔ اس سلسلے میں شہباز چوہدری سے بھی پولیس نے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ شہلا کی باری آئی تو اس نے یہ کہہ کر بات ختم کردی کہ سرراہے پروفیسر سے ملاقات ہوئی تھی اور اس نے رائفل کلب کا دعوت نامہ اُس کے حوالے کردیا تھا۔ لیکن پروفیسر نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کہاں مقیم ہے۔

بہرحال عمران تو اب بھی دینار ہوٹل کے سوٹ نمبر ایک سو تیس ہی میں مقیم تھا اور اَب اُس نے شہلا سے بھی ملنا جلنا ترک کر دیا تھا۔ عمران جتنا زیادہ ان حالات سے متعلق سوچتا اسی

نتیجے پر پہنچا کہ شائد قسمت نے خود بخود اس کا رخ کامرانیوں کی طرف موڑ دیا تھا۔ ورنہ کیا ضروری تھا کہ شہلا کو پروفیسر شکور ہی کی سوجھتی۔

وہ ابھی ابھی ناشتے سے فارغ ہوا تھا۔ زیادہ تر روم سروس ہی سے کام چلا رہا تھا۔ ڈائننگ روم میں بیٹھنے سے احتراز کرتا تھا۔ ڈاڑھی کا اسٹائل کسی قدر تبدیل کر دیا تھا۔ اس سے زیادہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ ڈاڑھی مونچھیں بالکل صاف کر دیتا تو چہرے پر عمران کی جھلکیاں بھی نظر آتیں۔ حالات کے تحت اتنی تبدیلی ناگزیر تھی۔ دراصل وہ پروفیسر کے پرانے شناساؤں سے بچنا چاہتا تھا۔ اس کے لئے ڈاڑھی کا اسٹائل بدل دینا کافی تھا۔

وہ پھر روم سروس کے ویٹر کو طلب کرنے کے لئے فون کی طرف بڑھا ہی تھا کہ گھنٹی بجی۔

عمران نے جلدی سے ریسیور اٹھالیا اور دوسری طرف سے کسی غیر ملکی اجنبی کی آواز سنائی دی۔ ”پروفیسر شکور۔“

”ہاں، کون ہے؟“ عمران نے پروقار لہجے میں پوچھا۔

”تم مجھے نہیں جانتے لیکن میں تمہیں جانتا ہوں۔ تمہاری پوری ہسٹری سے واقف ہوں۔“

”میرا خیال ہے کہ یہاں کا بچہ بچہ میری پوری ہسٹری سے واقف ہے تم اپنا مدعا بیان کرو۔“

”ہوٹل کے فون پر نہیں۔ باہر نکلو سامنے ہی باقی میڈیکل اسٹور ہے۔ وہاں سے تم مجھے کال کر سکتے ہو۔ نمبر تین دو چھ سات آٹھ ہے۔“

”ٹھہرو۔!“ عمران نے کہا۔ ”میں نمبر نوٹ کروں گا۔ تین دو.....“

”چھ سات آٹھ.....“ دوسری طرف سے آواز آئی اور رابطہ منقطع ہو گیا۔ عمران ماؤتھ پیس کو آنکھ مار کر مسکرایا تھا۔ تو یہ خواہ مخواہ کا تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھا۔ کبھی کبھی محض اتفاقات بھی کامیابیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔

اس نے تیزی سے لباس تبدیل کیا۔ اور باقی میڈیکل اسٹور جا پہنچا۔ وہاں پر اجنبی کے بتائے ہوئے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے فوراً جواب ملا۔ آواز اسی اجنبی کی تھی۔ اس نے کہا۔ ”تم سمجھ دار آدمی معلوم ہوتے ہو پروفیسر۔“

”سمجھ دار نہ ہوتا تو تم ایسے چھیڑتے کیوں۔“ عمران نے تلخ لہجے میں کہا اور دوسری طرف سے ہلکا سا قہقہہ سنائی دیا۔

"میں سمجھتا ہوں۔ تمہارا موڈ خراب ہو گیا ہے۔ خصوصاً ایسے حالات میں جبکہ مقامی پولیس تمہاری تلاش میں ہو کوئی اجنبی تمہارے پتے سے واقف ہو۔"

"بہت خوب۔" عمران ہنس کر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ کسی بلیک میلر سے میرا سابقہ پڑ گیا ہے۔"

"قطعی نہیں۔ اپنے الفاظ واپس لو پروفیسر.....!"

"جب تک تمہاری اصلیت مجھ پر نہ کھل جائے الفاظ واپس نہیں لئے جا سکتے۔"

"اچھا تو سنو! ہمارا پیشہ تمہارے پیشے سے مختلف نہیں ہے۔ کیا یہ غلط ہے کہ افریقی ملکوں کے بائیں بازو کے لیڈر تمہیں استعمال کرتے رہے ہیں۔"

"لفظ استعمال پر مجھے اعتراض ہے۔"

"کیوں پروفیسر۔"

"لفظ استعمال" ایسے حالات سے تعلق رکھتا ہے جن سے اپنا مفاد بھی وابستہ نہ ہو۔"

"الفاظ کے بھی کھلاڑی ہو پروفیسر۔"

"میں زندگی ہی کو کھیل سمجھتا ہوں۔ تم اپنا مدعا بیان کرو۔"

"اگر تم ہماری مدد کرنا پسند کرو تو ہم تمہیں پولیس سے بھی تحفظ دے سکیں گے۔"

"مدد سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"تم یہیں کے باشندے ہو۔ یہاں کے حالات سے پوری طرح باخبر رہتے ہو گے۔"

"دیکھو دوست۔ اگر تم یہاں کوئی ایسی حرکت کر رہے ہو جو اس ملک کے مفاد میں نہیں ہے تو مجھے اپنا دشمن نمبر ایک سمجھو۔"

"ہم اس ملک کی بھلائی چاہتے ہیں۔ لیکن بیوقوفوں کی سمجھ میں نہیں آ رہی یہ بات۔ اس لئے ہم کسی بہت ذہین اور ڈھنگ کے مقامی آدمی کو اپنا ساتھی بنانا چاہتے ہیں۔"

"اور نظر انتخاب مجھ پر پڑی ہے!" عمران نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"طنزیہ انداز ترک کر کے سنجیدگی اختیار کرو پروفیسر ابھی تمہاری حکومت اپنے طور پر تمہیں تلاش کرا رہی ہے۔ کسی غیر ملکی سفارت کار نے اس کے لئے درخواست نہیں کی۔"

"اچھا تو پھر.....؟"

"اگر میں کینیا کے سفیر کو تمہاری یہاں موجودگی سے مطلع کر دوں تو کیسی رہے گی۔"

عمران ہنس پڑا پھر بولا۔ "یہ بلیک میلنگ نہیں تو اور کیا ہے؟"

"تم غلط لفظ استعمال کر رہے ہو پروفیسر اسے سوداکاری کہتے ہیں۔ کیا سمجھے۔"

"بالکل سمجھ گیا۔ مجھے تمہارے ساتھ ملنا ہی پڑے گا۔"

"یہ ہوئی نا بات....!"

"لیکن معاملات کو پوری طرح سمجھے بغیر یہ ناممکن ہے۔"

"وہ بھی سمجھا دیئے جائیں گے۔"

"اُسی وقت میں کوئی فیصلہ بھی کروں گا۔ اچھا بائی بائی میں بہت مصروف آدمی ہوں۔" کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ لیکن کچھ غیر مطمئن سا نظر آ رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ یہیں سے بلیک زیرو کو فون کر کے نامعلوم غیر ملکی کا فون نمبر ٹریس کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن پھر ارادہ ملتوی کر کے ڈرگ اسٹور سے نزلے کی دوا خریدی اور کال کے پیسے ادا کئے فٹ پاتھ پر اُتر آیا۔ دو چار قدم ہی چلا ہو گا کہ اپنے پیچھے ایک پرچھائیں نظر آئی جس کا ہاتھ اس طرح اٹھا ہوا تھا جیسے اُس کی گردن پر کراٹے کا وار کرنے جا رہا ہو.... عمران ایک دم پلٹا اور اس سے ٹکرا گیا۔ سینے پر پڑنے والی ٹکر ایسی ہی تھی کہ مقابل اُچھل کر دور جا پڑا۔ لیکن شائد وہ تنہا نہیں تھا۔ ورنہ دو آدمی اور کیوں ٹوٹ پڑتے عمران پر.... عمران ان کی گرفت سے چکنی مچھلی کی طرح پھسل گیا۔ یہ کوئی ویران علاقہ نہیں تھا کہ حملہ آور بات بڑھانے کی کوشش کرتے۔ عمران کی ڈاڑھی کے احترام میں لوگ چاروں طرف سے دوڑ پڑے۔ اور عمران نے حملہ آوروں کو ایک پرانے موڈل کی شیورلٹ میں بیٹھ کر فرار ہوتے دیکھا۔ یہ تینوں دیسی ہی تھے۔

"کیا ہوا جناب.... کیا بات تھی" کسی نے عمران سے پوچھا۔

"جیب کاٹنے کی کوشش کی تھی بدبخت نے۔" عمران خواہ مخواہ ہانپتا ہوا بولا۔ حالانکہ اُس کا دم ایک فیصد بھی نہیں اُکھڑا تھا۔

"ارے.... وہ گاڑی میں تھے۔" کسی نے کہا۔

"میں نے نہیں دیکھا۔" عمران نے بدستور ہانپتے ہوئے کہا۔ "پردیسی ہوں مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس شہر میں دن دہاڑے رہزنی ہوتی ہے۔"

کوئی کچھ نہ بولا اور عمران لنگڑاتا ہوا ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ وہ آخر کون تھے اور کیا چاہتے

تھے۔ کیا اس کا اغواء۔ اس کے علاوہ اور کچھ سوچا ہی نہیں جا سکتا وہ جو کوئی بھی ہو۔ اُس کے لئے کام کرنے والے سارے مقامی آدمی اناڑی ہی معلوم ہوتے ہیں۔ عمران سوچتا ہوا ہوٹل میں داخل ہوا۔ کاؤنٹر پر آیا تو کلرک نے اُسے کنجی دی۔

"ہوں۔ اچھا! شکریہ" اس نے کہا کنجی لئے ہوئے اپنے سوٹ کے پاس دروازے پر پہنچا لیکن قفل کھولتے ہی ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ نشست کے کمرے میں ایسی ہی ابتری نظر آئی تھی۔ پھر خواب گاہ میں پہنچا وہاں کی بھی ایسی ہی حالت تھی۔ سوٹ کیس کھلا پڑا تھا اور اس کی ساری اشیاء بستر پر بکھری ہوئی تھیں ان میں وہ جعلی کاغذات بھی تھے جو بلیک زیرو نے اس کے لئے فراہم کئے تھے۔ اُسے محض اس لئے کمرے سے ہٹایا گیا تھا کہ تلاشی لی جاسکے۔ اور وہ حملہ آور اغوا کنندگان نہیں بلکہ اُسے مزید کچھ دیر باہر روکے رکھنے کے لئے تھے۔

اس نے جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالا اور ایک پیس منہ میں ڈال کر آہستہ آہستہ کچلنے لگا۔ اس کے بعد وہ اُس انتشار کو دوبارہ مرتب کرنے میں لگ گیا تھا۔

کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔۔ وہی ہوگا۔ اُس نے سوچا اور اس کی مٹھیاں سختی سے بھینچ گئیں۔ ریسیور اٹھا کر کال ریسیو کی۔

"ہیلو پروفیسر....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"شٹ اپ یو باسٹرڈ....!" کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ اس بار چھت کو آنکھ مار کر مسکرایا تھا۔

"نہیں دوست۔" دفعتاً مینٹل پیس کی طرف سے آئی۔ "ہماری دوستی اتنی ہی سی دیر میں خاصی پختہ ہو چکی ہے۔ یہ ٹرانسمیٹر تحفتاً قبول کرو۔ خود کار ہے اور وسیع دائرہ عمل رکھتا ہے۔"

عمران اپنی کھوپڑی سہلا کر رہ گیا۔ آواز پھر آئی۔ "اس ٹرانسمیٹر کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے پیغامات صرف اسی ساخت کے دوسرے ٹرانسمیٹر پر سنے جا سکتے ہیں۔"

"لیکن یہ سب کیوں؟" عمران نے اونچی آواز میں پوچھا۔

"سمجھ میں نہیں آیا مینٹل پیس کے قریب آجاؤ۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ٹرانسمیٹر ٹائم پیس کے عقب میں رکھا ہوا ہے۔ بہت مختصر سا اور بے حد طاقت ور ہے۔ جو ایٹمی بیٹری سے چلتا ہے اس میں فی الحال جو سیل رکھا ہوا ہے کم از کم ایک سال کے لئے کافی ہوگا۔"

عمران مینٹل پیس کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن ٹائم پیس کو اُس کی جگہ سے نہیں ہٹایا۔

"ہاں میں مینٹل پیس کے قریب موجود ہوں۔"

"میری دوستی کا ہاتھ قبول کیا یا نہیں۔"

"لیکن کیوں تم خواہ مخواہ میرے معاملات میں مداخلت کر بیٹھے۔ آخر مجھ سے کیا چاہتے ہو۔"

"آہستہ آہستہ میرے دوست! ہو سکتا ہے کہ میں تم سے جگلری یا میک اپ کا فن سیکھنا چاہتا ہوں۔ تم اب تک محض اسی لئے بچے ہوئے ہو کہ میک اپ کے ماہر بھی ہو۔ ورنہ افریقہ سے نہ نکل سکتے۔"

"اچھا بس....!" عمران تھکی تھکی سی آواز میں بولا۔ "میں اَب آرام کرنا چاہتا ہوں۔ تمہاری وجہ سے بہت تھک گیا ہوں۔"

"تم نے جس انداز میں اُن بدمعاشوں کو شکست دی تھی اُس سے بھی میں متاثر ہوا ہوں۔ اچھا تو تم آرام کرو.... اوور اینڈ آل۔"

عمران نے طویل سانس لی اور آرام کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ ٹائم پیس کے پیچھے سے خود کار ٹرانسمیٹر بھی اٹھا لیا تھا جو جسامت کے اعتبار سے ماچس کی ڈبیہ سے زیادہ بڑا نہیں تھا۔ وہ اُسے الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا۔ ہر وقت آن رہنے والا یہ ٹرانسمیٹر اُس کے لئے خطرناک بھی ثابت ہو سکتا تھا یعنی اُسے پاس رکھ کر وہ گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے سر کو خفیف سی جنبش دی اور اونگھنے لگا۔ دفعتاً ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ "کہو یہ کھلونا پسند آیا۔"

"یار مت بیوقوف بناؤ...." عمران نے کسی قدر جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہا۔ "اگر میں اس نامعقول چیز کو اپنے پاس ہر وقت رکھوں تو دوسروں سے ہونے والی نجی گفتگو بھی تم تک پہنچ جائے گی۔ اُوور۔"

دوسری طرف سے ہلکا سا قہقہہ سنائی دیا اور پھر کہا گیا۔ "یہ بات تو ہے لیکن تم اسے ہر وقت اپنے پاس رکھو ہی کیوں۔ اُوور....!"

"نہیں میں اسے ہر وقت اپنے پاس رکھوں گا۔ شائد تمہیں نہ معلوم ہو کہ الیکٹرک انجینئرنگ میں بھی دخل رکھتا ہوں۔ ایک چھوٹا سا "آئی سی ڈسٹربنگ سرکٹ" بناؤں گا اور اس سے اٹیچ کردوں گا۔ قصہ ختم۔ جب تم سے گفتگو کرنی ہوئی ڈسٹربنگ سرکٹ ہٹا دیا۔"

"پروفیسر واقعی بہت گہرے ہو۔ لیکن ابھی تک غلط ہاتھوں میں پڑ کر رسوا ہوتے رہے ہو۔ اب دیکھنا کہ ہمارے ساتھ تمہاری زندگی کتنی شاندار گزرتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہم تمہیں ساری دنیا میں تحفظ بھی دے سکتے ہیں۔ اُوور....!"

"افریقہ میں بھی۔" عمران نے چہک کر پوچھا۔

"ہاں نہ صرف افریقہ میں عام طور پر بلکہ کینیا میں بھی خصوصیت سے جہاں سے ابھی حال ہی میں فرار ہوئے ہو۔ پروفیسر ہمارے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔"

"تب تو بصد خلوص میں اپنا چھوٹا سا ہاتھ دوستی کے لئے بڑھاتا ہوں۔ کینیا میں میری کروڑوں کی پوشیدہ دولت موجود ہے۔"

"جب بھی کہو گے اُسے سمگل آوٹ کرادیں گے۔"

"تب پھر تم مجھے آج سے بالکل اپنا آدمی سمجھو....!"

"شکریہ.... پروفیسر....!"

"اُوور اینڈ آل۔" کہہ کر عمران ٹرانسمیٹر سے بہت دور چلا گیا۔ یعنی خواب گاہ میں.... جہاں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا تھا۔



دفتر پہنچتے ہی سنگراد میں آہستہ آہستہ تبدیلیاں رونما ہونے لگی تھیں۔ اور یہ تبدیلیاں اُس کی گم گشتہ یادداشت سے متعلق تھیں.... لیکن عمران کے مشورے کے مطابق اُس کے دفتر کے مختلف حصوں میں کلوز ڈسرکٹ ٹیلی وژن کیمرے چھپا دیئے گئے تھے اور آپریشن روم میں اُس کی ساری نقل حرکت ٹی وی سیٹ پر دیکھی جاسکتی تھی۔ لیکن ابھی تک اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوئی تھی جو قابل گرفت ہوتی۔ یادداشت آہستہ آہستہ واپس آرہی تھی۔ پھر اسے اپنے بیوی بچے بھی یاد آگئے جو اس کی گمشدگی کے بعد سے کسی دوسرے شہر میں مقیم تھے۔

کرنل فیضی اُس سے متعلق عمران سے مشورہ کرتا رہتا تھا۔ اُس نے اس سے پوچھا تھا کہ کیا وہ کرنل شہزاد یا سنگراد سے اس کے افریقہ سے اچانک غائب ہو جانے کے بارے میں پوچھ گچھ

کرے یا نہ کرے۔ عمران نے فی الحال اس سے باز رہنے کا مشورہ دیا تھا۔

عمران کا یہ عمل دخل ڈائریکٹر جنرل صاحب کو ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ لیکن انہوں نے مداخلت نہیں کی البتہ اُن کی خواہش تھی کہ سنگواد کے مسئلے کو جلد از جلد حل کیا جائے۔ آخر مجرم اُسے اُس کے آفس میں بھجوانے پر کیوں مصر تھے؟

"رات کی ڈیوٹی جناب۔" کرنل فیضی نے کہا۔

"حسبِ معمول رات کی ڈیوٹی میں کرنل شہزاد کی جگہ کام کرنے والا یہاں تنہا ہوتا تھا۔"

"یہ ضروری تو نہیں ہے کہ ہم کرنل شہزاد کو رات کی ڈیوٹی بھی کرنے دیں۔"

"بہر حال میرا یہی خیال ہے کہ وہ اس ڈائریکٹوریٹ کی کسی اہم دستاویز پر ہاتھ صاف کرنا چاہتے ہیں۔"

"یہ ان کا احمقانہ خیال ہے۔" ڈائریکٹر جنرل نے کہا۔

"لیکن اگر کرنل شہزاد کو رات میں یہاں رکنے کا موقع مل جائے تو وہ خود ہی سیکوریٹی انچارج بھی ہوگا۔ جو اس کا دل چاہے گا کر گزرے گا اور سیکیوریٹی فورس کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوگی۔"

"تم غالباً یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس کے لئے کوئی ایسا موقع فراہم کیا جائے۔"

"جی ہاں۔ میں یہی عرض کرنا چاہتا تھا۔ ریکارڈ روم سے اصل کاغذات ہٹا دیئے جائیں گے۔ ان کی جگہ غیر اہم فائلیں رکھ دی جائیں۔"

"اور ہم اسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیں گے۔"

"جی ہاں اور کیا؟"

دفعتاً ڈائریکٹر جنرل نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "لیکن اسے پکڑے گا کون؟"

"جی.... یعنی کہ....!" کرنل فیضی تھوک نگل کر رہ گیا۔

"جو بھی ہاتھ لگائے گا اُسے کاغذ کی طرح چیر کر پھینک دے گا۔ عمران ہی کے بیان کے مطابق ان لوگوں پر گولیاں بھی اثر نہیں کرتیں۔ دروازے توڑتا اور دیواریں گراتا چلا جائے گا۔ پھر یہ ڈائریکٹوریٹ ہنسی کا گول گپا بن جائے گا۔ میں اس کے حق میں نہیں تھا کہ اس کو آفس میں بیٹھنے دیا جائے۔ لیکن تم اس دیوانے کی باتوں میں آگئے۔ وہ شخص مجھے قطعاً پسند نہیں ہے۔"

کرنل فیضی کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے، اور وہ بار بار پیشانی سے پسینہ پونچھ رہا تھا۔

"کیا خود کرنل شہزاد نے رات کی ڈیوٹی کے بارے میں پوچھا تھا۔" ڈی جی نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"جی ہاں.....!"

"اور تم نے کہہ دیا ہوگا کہ جب ضرورت ہوگی اسے رات کی ڈیوٹی بھی کرنی ہوگی۔"

"اور وہ خاصا ہشاش بشاش نظر آنے لگا ہوگا۔"

"جی ہاں۔ اب آپ کے استفسار پر یاد آیا کہ وہ کسی جذباتی تغیر سے ضرور گذرا تھا۔"

"میں کہتا ہوں کہ اُسے پھر سائیکو مینشن بھجوادو۔"

دفعتاً ایک زور دار آواز ہوئی اور ڈی جی کے آفس کا دروازہ چوکھٹ سمیت اُکھڑ کر کمرے کے وسط میں آپڑا۔ وہ پہلے اچھل کر دور ہٹ گئے تھے۔ کرنل فیضی تو شائد کام ہی آجاتا۔

سنگزاد کمرے میں داخل ہو کر دہاڑا۔ "میرے خلاف سازش ہو رہی ہے۔"

"تم ہوش میں ہو یا نہیں۔" کرنل فیضی بولا۔ "یہ ڈی جی صاحب کا کمرہ ہے۔"

"میں دیکھ رہا ہوں۔ اور تم دونوں کی گفتگو اپنے کمرے میں بیٹھ کر سن رہا تھا۔ میں سپر مین ہوں۔ کیا سمجھے۔ مجھے گرین فائل تھرٹین چاہئے۔ سنا تم نے.....!"

"ایک منٹ کرنل شہزاد۔" ڈی جی نے ہاتھ اٹھا کر نہایت نرم لہجے میں کہا۔ "آخر یہاں ہونے والی گفتگو تم تک کیسے پہنچی۔"

"میں سپر مین ہوں جنرل۔ جب چاہوں اپنے حواس خمسہ کو اتنی قوت دے سکتا ہوں کہ وہ.....!"

اچانک ڈی جی نے پستول نکال کر سنگزاد کی آنکھ پر فائر کر دیا۔ بڑی خوفناک دہاڑ اس کے حلق سے نکلی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے ضائع ہو جانے والی آنکھ دبائے فرش کی جانب جھکتا چلا گیا۔ پھر جنرل بڑی پھرتی سے اُس کے عقب میں پہنچا اور پے در پے کئی گولیاں اس کے مبرز میں اتار دیں۔ اب تو ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی ارنا بھینسا مرتے وقت ڈکرا رہا ہو۔ پوری عمارت میں کھل بلی پڑ گئی دروازہ تو نکل ہی چکا تھا۔ دفتر کے سامنے بھیڑ اکٹھا ہونے لگی۔

دفعتاً جنرل دروازے کی طرف مڑ کر دہاڑا۔ "اپنی جگہوں پر واپس جاؤ۔" اور راہداری میں پھر سناٹا چھا گیا۔ ادھر سنگزاد ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

"ج..... جناب!" کرنل فیضی ہکلایا۔ "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔"

"کیا نہیں سوچ سکتے تھے۔" جنرل مسکرا کر بولا۔ "میں اس محکمے کا سربراہ ہوں اور یہ سربراہی مجھے تحفتاً نہیں ملی تھی۔"



عمران کو سنگراذ کی موت کی اطلاع ملی تو چکرا کر رہ گیا۔ واقعی ڈی جی نے بڑی عجلت میں اپنی ذہانت کا مظاہرہ کیا تھا۔ یقیناً اونچا آدمی لگتا ہے۔ عمران سوچتا اور خواہ مخواہ خوش ہوتا رہا۔

وہ اب بھی دینار ہوٹل کے اُسی کمرے میں بحیثیت پروفیسر شکور مقیم تھا اور آئی ایس آئی والے اُسے سارے شہر میں تلاش کرتے پھر رہے تھے۔

عمران نے پروفیسر کا میک اپ اُتار کر دوسرا میک اپ کیا اور ہوٹل سے نکل آیا۔ سب سے پہلے اس نے ڈرگ اسٹور سے سر سلطان کو فون کیا تھا۔ وہ آفس میں تھے اور بہت جھلائے ہوئے تھے۔

"دفتر سے فوراً گھر پہنچئے میں وہیں آرہا ہوں۔" عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ اور انہیں مزید کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر رابطہ منقطع کر دیا۔ پھر نصف گھنٹے کے اندر ہی اندر وہ سر سلطان کے بنگلے میں پہنچ گیا۔ بہر حال وہ اُسے اس وقت تک نہیں پہچان سکے تھے جب تک اس کی اصل آواز نہیں سن لی تھی۔

"یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔" انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

"میں وہی کر رہا ہوں جو کرنا چاہئے۔ بالآخر سنگراذ ایکسپوز ہو گیا ساتھ وہ لوگ بھی جو اس کی پشت پر تھے۔ وہ کچھ کاغذات ڈائرکٹوریٹ سے اڑا لے جانا چاہتے ہیں۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ وہ لوگ ملٹری میں بھی کس طرح گھسے ملے ہوئے ہیں۔ کلارا ڈکسن کو کہیں لے جانے کے لئے آرمی کا ہیلی کوپٹر استعمال کیا گیا تھا واپسی پر انجینئر پائیلٹ کسی زہر کے تحت مر گیا تھا۔"

"تو پھر یہ لوگ تم پر کیوں اُدھار کھا رہے ہیں؟"

"ان کی مرضی.....!"

"ایک بار پھر تمہارا فلیٹ ملٹری والوں کے گھیرے میں آ گیا ہے۔"

"ان لوگوں کا بہت بہت شکریہ میرے ملازمین سکھ کی نیند سوئیں گے۔"

"سوال یہ ہے کہ تم اب ان سے ملنے سے کیوں کترا رہے ہو۔ جبکہ تمہارے ہی مشورے پر

نہوں نے سنگزاد کا کھل کر نوٹس لیا تھا۔"

"میں نے بُرا تو نہیں کیا تھا۔ کیا انہیں حتمی طور پر معلوم نہیں ہوگیا کہ مجرموں کے کیا ادے ہیں۔ وہ ڈائریکٹوریٹ میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ وہ بعض اہم دستاویزات حاصل کرنا ہتے ہیں۔"

"لیکن وہ اتنے احمق تو نہیں تھے کہ سنگزاد کو کچھ کر گزارنے کا موقع دیتے۔"

"لیکن جنرل نے اُسے جس تدبیر سے مارا ہے، اس کا جواب نہیں۔ آخر کو ایک بڑے ارے کا سربراہ ٹھہرا۔ اس کے علاوہ ان پتھروں کو مارنے کی اور کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی۔" ران نے کہا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "پتہ نہیں وہ لوگ پریس کو کس قسم کی پورٹ دیں گے سنگزاد سے متعلق۔"

"تم اپنے کام سے کام رکھو۔ وہ کیا کر رہے ہیں تمہیں ان سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے۔"

"بہت مناسب مشورہ ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "لیکن آپ انہیں مشورہ دیجئے کہ سنگز الاش کی حفاظت کریں۔ کیونکہ لاش کے پوسٹ مارٹم ہی سے اس کے غیر معمولی ہونے کا راز شاء ہو سکے گا۔ اور مجرم یہی کبھی نہ چاہیں گے۔"

"تو تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ لاش کو ان کی تحویل میں نہ رہنے دیں گے۔"

"جی ہاں۔ میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ خود ہمارے درمیان کالی بھیڑیں موجود ہیں ہیں ہم پہچان نہیں سکتے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں انہیں مشورہ دوں گا۔ لیکن پروفیسر شکور کا کیا قصہ ہے!"

مختصراً اس نے پروفیسر شکور والی کہانی دہرائی تھی۔ سر سلطان تھوڑی دیر تک کچھ سوچتے ہنے کے بعد بولے۔ "آخر شہباز چوہدری کو تم نے کیوں چھوٹ دے رکھی ہے۔"

"مصلحتاً۔ اگر چھوٹ نہ دیتا تو پروفیسر شکور جیسا کردار کیسے ہاتھ لگتا۔ حالانکہ یہ بھی محض اتی ہے۔ اور پھر شہباز چوہدری کو چھیڑ کر ہم کریں گے بھی کیا۔ وہ ان لوگوں کی نشاندہی نہیں سکتا۔ البتہ اس سے یہ ضرور ہوگا۔ مجرم مزید ہوشیار ہو جائیں گے اور یہی میں نہیں چاہتا۔"

"لیکن آئی ایس آئی.....!"

"پلیز سر!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "آپ بھی اپنے شعبے کے سربراہ ہیں اور آپ کا عہدہ

ڈائریکٹر جنرل سے بڑا ہے۔ آپ نہایت اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے مجھے کسی اشد ضرورت کے تحت ٹمبکٹو بھیج دیا ہے۔"

"جھوٹ بلواؤ گے۔"

"میں آپ کو ٹمبکٹو جا کر دکھادوں گا۔"

"بکواس مت کرو، ویسے میں تمہیں بتادوں کہ مجھے اس کیس سے اب کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ آئی ایس آئی والے جانیں۔"

"لیکن مجھے تو ہے دلچسپی کیونکہ میں انہی کاموں کے لئے قوم کا نمک خوار ہوں۔ میں کہیں بھی کوئی گڑ بڑ دیکھتا ہوں تو اس کا منتظر نہیں رہتا کہ محکمے کی طرف سے اجازت ملے تو کچھ کروں۔"

"اور تمہاری اسی عادت سے مجھے وحشت ہوتی ہے۔"

"جو کچھ بھی کرتا ہوں اپنی ذمہ داری پر اور بتا دیجئے کہ کبھی ایسا بھی ہوا ہو کہ آپ کے محکمے کی آخر سرخروئی نہ ہوئی ہو۔"

"اچھا اَب جاؤ۔" سر سلطان ہاتھ ہلا کر بولے۔ "میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ اب آفس واپس نہ جاؤں گا۔"

"اب یہاں بھی دیکھ لیجئے کہ میں ہی آڑے آیا ہوں۔ ورنہ آپ مزید تھکتے رہتے اور وقت پورا کئے بغیر اپنی کرسی سے ہلتے بھی نہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ آپ کرسی کے پکے ہیں۔"

"پھر بکواس کئے جا رہے ہو۔ میں کہتا ہوں کہ جاؤ۔"

"بس آخری بات کہ پروفیسر شکور کا اسی طرح خیال رکھئے گا۔ یہ کیس بھی آپ ہی کے محکمے سے متعلق ہے۔" عمران نے کہا اور واپسی کے لئے اٹھ گیا۔

سر سلطان کی آنکھوں سے ظاہر ہونے والی بے چینی یکلخت معدوم ہو گئی۔

وہ یہاں تک ٹیکسی سے آیا تھا اور اب واپسی پیدل ہو رہی تھی۔ ایک آدھ ٹیکسی دکھائی بھی دی لیکن اس نے اُسے رکوایا نہیں۔

دراصل وہ فون پر بلیک زیرو سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ اُسے علم تھا کہ قریب ہی ایک ا کیفے ہے جہاں پبلک ٹیلی فون بوتھ بھی ہے۔"

کیفے میں داخل ہو کر سیدھا بوتھ کی طرف چلا گیا۔ اس وقت اس کا میک اَپ غیر معمو

نہیں تھا۔ اس لئے کہ کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔

بلیک زیرو سے رابطہ قائم ہونے پر بولا۔ "ہیلی کوپٹر والے معاملے کی رپورٹ دو۔"

"مجھے تو جناب صرف فلائٹ انجینئرز ملوث معلوم ہوتے ہیں۔ ہر تربیتی پرواز پر ایک انجینئر موجود ہوتا ہے۔ آزمائشی پروازوں میں صرف انجینئر ہوتا ہے۔ لہٰذا جو کچھ بھی ہوتا ہے آزمائشی پروازوں کے دوران میں ہوتا ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ کیا تمہیں کسی پر شبہ بھی ہوا ہے۔"

"جی ہاں، تین ہیں۔ یہ تینوں زیادہ تر ساتھ رہتے ہیں۔ بے حد خوش اور مگن نظر آتے ہیں۔ میری دانست میں آپ اُن تینوں کے نام ضرور نوٹ کر لیجئے۔"

"ہاں، اچھا بولو۔" عمران نے دائیں ہاتھ سے نوٹ بک نکالتے ہوئے کہا۔

"لکھئے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "رشید امجد۔ عادل پرویز۔ عاشق علی یہ تین ہیں۔"

"کوئی اور وجہ صرف انہی پر شبہ کرنے کی۔"

"کبھی کبھی یہ تینوں کسی آزمائشی پرواز پر جانے والے ہیلی کوپٹر میں بھی اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ عام طور پر ایسا نہیں ہوتا۔ ایک ہیلی کوپٹر پر دو انجینئر بھی نہیں دیکھے جاتے۔"

"خیر انہیں چیک کر لیا جائے گا۔"

کیفے سے نکل کر عمران نے ٹیکسی لی اور اپنے محکمے کے ایک اور مہمان خانے کیطرف روانہ ہو گیا۔

یہاں پہنچ کر اس نے فون پر جولیانا فٹنر واٹر کے نمبر ڈائیل کئے اور ایکس ٹو کی آواز میں بولا۔ "صفدر کا کیا حال ہے۔"

"زخم مندمل ہو رہا ہے جناب! خون دیا گیا ہے۔ حالت پہلے سے بہت بہتر ہے۔"

جب بھی اسے ہسپتال سے چھٹی ملے اُسے اُس کے بنگلے پر لے جانے کی بجائے ہوسٹیج میں پہنچا دیا جائے۔

"بہت بہتر جناب۔"

عمران نے رابطہ منقطع کر دیا۔

اس کے بعد اس نے جیگوار کا عطا کردہ ٹرانسمیٹر نکالا اور اُس سے وہ ڈیوائیس الگ کر دی جسے ٹرانسمیٹر کو ناکارہ کر دینے کے لئے استعمال کرتا تھا۔

اس نے جیگوار کو کال کرنا شروع کیا اور تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے جیگوار کی آواز آئی۔ "ہیلو پروفیسر۔"

"کیا خبریں ہیں۔"

"تم نے آج کے اخبارات میں سنگزاو کی موت کے بارے میں پڑھا ہوگا اُودر۔"

"پڑھا تھا۔"

"وہ خود بخود نہیں مرا بلکہ اُسے مارا گیا ہے۔"

"لیکن اخبارات میں طبعی موت کی بات کی گئی ہے۔"

"قطعی غلط کیونکہ اُس کا کنٹرول تو ہمارے ہاتھ میں تھا۔ اگر طبعی موت مرتا تو ہمیں اطلاع ہو جاتی۔"

"تو پھر.... تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"ہمیں اس کی لاش چاہئے۔"

"اس کا تو شائد پوسٹ مارٹم بھی ہو چکا ہو۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ پتھر کو کیسے چیریں پھاڑیں گے۔ بہر حال اگر تم کسی طرح اس کی لاش حاصل کر کے ہم تک پہنچا سکو تو اُس کی قیمت ہم تمہیں مبلغ بیس ہزار ڈالر ادا کریں گے۔ یعنی تمہاری کرنسی میں دو لاکھ روپے۔"

"مگر کس طرح.... تم جانتے ہو کہ حکومت میرے سلسلے میں چوکنی ہو گئی ہے۔"

"ہو گئی ہو گی۔ تم اس قسم کے کارنامے انجام دیتے رہتے ہو۔ فرعون کی بیٹی کا تابوت یاد ہے جو تم نے سر رابرٹ کلاہان کے لئے اڑایا تھا۔"

"اف فوہ۔ اتنی معلومات رکھتے ہو مجھ سے متعلق۔"

"تمہارے بارے میں ہم کیا نہیں جانتے۔ کاش شروع ہی سے ہمارے ساتھ ہوتے۔"

"دیکھنا ہے کہ اب اس ساتھ سے مجھے کیا فائدہ پہنچتا ہے۔"

"بیس ہزار ڈالر...."

"اگر لاش تمہیں نہ ملی تو؟"

"وہ چیز خواہ مخواہ ضائع ہو جائے گی جس نے اسے پتھر کا بنایا تھا۔"

"کیا وہ اس کے مرنے سے ضائع نہیں ہوئی؟"

"نہیں۔ لیکن اگر انہوں نے اُسے نکالنے کی کوشش کی تو ضرور ضائع ہو جائے گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تین گھنٹے بعد تمہیں جواب دوں گا۔"

"اور وہ ہمارے ہی حق میں ہوگا۔"

"حالات پر منحصر ہے۔ اُوور اینڈ آل۔" کہہ کر عمران نے ڈسٹیر بنگ سرکٹ اس سے اٹیچ کردیا۔ مسئلہ ٹیڑھا تھا کیونکہ لاش آئی۔ ایس۔ آئی والوں کے قبضے میں تھی۔ ویسے عمران اُن کے اس رویئے سے مطمئن تھا کہ انہوں نے اس کی موت طبعی ظاہر کی تھی۔ اگر پریس کو صحیح بیان دینا مقصود ہوتا تو ایسا کبھی نہ کرتے۔ عمران یہی چاہتا تھا لیکن لاش کا مسئلہ۔ شائد اس طرح وہ مجرموں کے ٹھکانے تک پہنچ جائے۔ اس نے فون پر سر سلطان کے نمبر ڈائیل کیئے معلوم ہوا کہ سو رہے ہیں۔ عمران نے چھیڑنا مناسب نہ سمجھ کر رابطہ منقطع کیا اور پھر بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کیئے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا۔ "سنگزاد کے متعلق تم نے ابھی تک رپورٹ نہیں دی۔"

"صرف ایک بات کا انتظار تھا۔ کیپٹن خاور نے ابھی تک اپنی رپورٹ نہیں دی۔ اُسے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کا مضمون معلوم کرنے پر لگایا گیا تھا۔"

"کیا پوسٹ مارٹم ہوا ہے۔"

"خاور کی رپورٹ ہی سے معلوم ہوگا۔"

"لاش کہاں ہے۔"

"تابوت ڈائریکٹوزیٹ کے تہہ خانہ نمبر چھ میں رکھا ہوا ہے۔"

"پریس کو کوئی مزید بیان دیا گیا۔"

"جی نہیں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ سنگزاد طبعی موت مرا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ خاور کی رپورٹ ملنے پر مجھے مطلع کرنا۔" عمران نے کہا اور محکمے کے اُس مہمان خانے کا پتہ بتانے لگا جس سے فون کیا تھا۔

ریسیور رکھ کر ایک آرام کرسی پر نیم دراز ہوگیا۔ میز پر ٹرانسمیٹر رکھ دیا اور ڈسٹر بنگ سرکٹ اس سے الگ کر کے اونگھنے لگا۔

دفعتاً آواز آئی۔ "ہیلو پروفیسر جنگو ار کالنگ..... ہیلو پروفیسر۔"

"ہیلو.... اٹ از شکور۔"

"تم نے ڈسٹربنگ ڈیوائس کیوں الگ کردی۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"لاش کے متعلق ابتدائی رپورٹ۔ وہ ڈائریکٹوریٹ کے تہہ خانے میں رکھی ہوئی ہے۔"

"اتنا تو ہم بھی جانتے ہیں اور یہ خبر سکنڈ ہینڈ ہو چکی ہے وہ اُسے وہاں سے منتقل کرنا چاہتے ہیں۔"

"لیکن تم اُسے وہاں سے نکلوا نہیں سکتے۔"

"یہ ہمارے لئے مشکل ہے۔"

"تب پھر بتاؤ کہ مجھ جیسا تنہا اور بے بس آدمی کیا کر سکے گا۔"

"تم نہ اب تنہا ہو اور نہ بے بس۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اگر تم تھوڑی سی تکلیف کرو تو ہم خود تمہیں بتائیں گے کہ تم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہو۔"

"تھوڑی کیا بہتیری تکلیف برداشت کر سکتا ہوں.... تم تدبیر بتاؤ۔"

"تم شائد ہوٹل میں نہیں ہو اس وقت۔"

"ہاں میں دوسری جگہ ہوں۔"

"تدبیر تمہارے ہوٹل والے کمرے میں موجود ہے.... اوور اینڈ آل۔"

عمران اسے آوازیں ہی دیتا رہ گیا تھا۔ شنوائی نہیں ہوئی تھی۔ آخر اس نے بھی ٹرانسمیٹر کو ناکارہ کر کے جیب میں ڈال لیا۔ روانگی سے پہلے اس نے بلیک زیرو کو اطلاع دی تھی کہ کب وہ ہوٹل دینار میں ملے گا۔

ہوٹل پہنچ کر جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا... وسطی میز پر ایک لفافہ پڑا ملا۔ جس پر برائے پروفیسر شکور تحریر تھا۔

لفافہ کھولا اُس میں سے ایک تصویر اور ایک خط برآمد ہوا۔ تصویر کسی کرنل کی تھی جو پوری وردی میں تھا اور چہرہ بھی ڈاڑھی دار ہی تھا۔

خط میں جیگوار کی طرف سے تحریر کیا گیا تھا کہ اُسے اُسی کرنل کے میک اپ میں ایروکلب پہنچنا ہے۔ خواب گاہ میں پائے جانے والے کسی سوٹ کیس میں کرنل کی وردی میں مع نشانات موجود تھی۔ عمران نے بقیہ تحریر جہاں تہاں چھوڑی اور سیدھا خواب گاہ میں آیا۔ بستر پر ایک بریف کیس دکھائی دیا جو اس کا نہیں تھا۔ بریف کیس میں بلاشبہ کرنل کی وردی موجود تھی۔ اس

نے اُسے وہیں چھوڑا اور پھر سٹنگ روم میں واپس آگیا۔ خط اٹھایا۔ آگے کی تحریر تھی۔" وہ سنگزاد کی لاش کو شمالی پہاڑوں میں تجربہ گاہ میں منتقل کر رہے ہیں۔ یہی موقع ہے کہ تم مداخلت کرو۔ یہ کرنل جس کی تصویر تم دیکھ رہے ہو لاش کو وہاں لے جائے گا۔ تم ایرو کلب پہنچو گے تو تمہیں وہاں ایک ہیلی کوپٹر اپنے لئے تیار ملے گا۔ وہ تمہیں آرمی کے ہیلی پیڈ پر پہنچا دے گا۔ تم مطمئن رہو۔ کرنل مذکور اس وقت میری قید میں ہے۔ بھانڈہ پھوٹنے کا خدشہ نہیں ہے۔ آرمی کے ہیلی پیڈ میں لاش رکھی ہوئی ملے گی۔ شمالی تجربہ گاہ کی جانب اُڑان کے دوران میں صرف ایک پائلٹ ہوگا اور تم ہو گے۔ اَب اس خط سے منسلکہ نقشے کو دیکھو۔ تمہیں ریڈ پوائنٹ پر پہنچتے ہی نقشہ پائیلٹ کو دینا ہوگا۔ اور اُسے ریوالور کی زد پر رکھ کر مجبور کرنا پڑے گا کہ اَب پرواز اس نقشے کے مطابق ہوگی اور بالآخر تم لاش سمیت مجھ تک پہنچ جاؤ گے۔ تمہارے اور کرنل مذکور کے چہرے کی بناوٹ میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے بس تھوڑی سی تبدیلی کرنی پڑے گی امید ہے کہ بات پوری طرح تمہاری سمجھ میں آگئی ہوگی۔"

عمران نے طویل سانس لی اور اس نقشے کو بغور دیکھنے لگا جو خط سے منسلک تھا۔ اَب یہ خطرہ تو مول لینا ہی تھا لیکن آئی۔ ایس۔ آئی والوں نے اس حال میں دھر لیا تو کیا ہوگا۔ وہ کس طرح جواب دہی کرے گا کہ اصل کرنل کہاں ہے۔ پھر اُسے پوری طرح کھل جانا پڑے گا اور یہ اُس سے بھی زیادہ خطرناک ہوگا۔

تن بہ تقدیر ہو کر دوسرا میک اپ کر ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ دوسری طرف بلیک زیرو تھا اور خاور کی رپورٹ کا بقیہ حصہ اُسے سنا رہا تھا۔ خاور کے بیان کے مطابق سنگزاد کی لاش کو یہاں سے کسی تجربہ گاہ میں منتقل کیا جا رہا ہے جو شمالی پہاڑوں کے درمیان کہیں واقع ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اب تم مجھ سے خود رابطہ قائم کرنے کی کوشش مت کرنا۔ میں خود ہی ضرورت پڑنے پر تمہیں کال کر لوں گا۔"

"بہت بہتر جناب۔"

عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اور پھر روانگی کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔

آدھے گھنٹے کے بعد آئینے میں اپنا جائزہ لیا۔ واقعی ایک پُر وقار کرنل لگ رہا تھا لیکن اس خیال سے سٹی گم تھی کہ کہیں اپنوں ہی کے ہاتھوں بے عزتی نہ ہو جائے۔ بہر حال اَیرو کلب تک

پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔ ہیلی پیڈ پر شہری ہوابازی کا ایک ہیلی کوپٹر موجود تھا۔ پائلٹ نے آگے بڑھ کر کہا۔ ''کرنل مکرم پلیز....!''

''لیس اٹ از کرنل مکرم۔''

''دس وے سر....'' پائیلٹ ہیلی کوپٹر کی طرف مڑتا ہوا بولا۔

پھر پانچ منٹ کے اندر ہی اندر ہیلی کوپٹر پرواز کر گیا تھا۔

آرمی کے ہیلی پیڈ پر متعدد ہیلی کوپٹر نظر آئے۔ وہ شہری ہوابازی کے ہیلی کوپٹر سے اُتر گئے۔ پھر وہاں آرمی کے ایک پائیلٹ نے آگے بڑھ کر اُسے سلیوٹ کیا اور پوچھا ''کرنل مکرم سر''

''دس وے سر....!'' اُس نے ایک بڑے ہیلی کوپٹر کی طرف اُس کی رہنمائی کی اور بولا۔ ''میرا نام رشید امجد ہے جناب۔''

عمران نے سر کو خفیف سی جنبش دی اور اُس کے ساتھ چلتا رہا۔ رشید امجد کہاں سنا تھا یہ نام.... سنا ضرور تھا۔ پھر اُسے یاد آگیا۔ بلیک زیرو نے تین مشتبہ پائلٹ انجینئروں کے نام بتائے تھے اُنہی میں سے ایک یہ بھی تھا۔ تو کیا اس کے لئے بھی ریوالور نکالنا پڑے گا۔

ہیلی کوپٹر اوپر اٹھ رہا تھا۔ لاش پچھلے حصے میں تھی اور یہ دونوں کاک پٹ میں تھے۔ عمران سوچنے لگا آخر وہ ریڈ پوائنٹ کہاں آئے گا۔ اُس کے تو فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا اور نہ وہ نقشہ ہی پلے پڑا تھا۔

پندرہ بیس میل کی پرواز کے بعد عجیب سی آواز کاک پٹ میں گونجی اور سرخ رنگ کا ایک بلب جلدی جلدی جلنے بجھنے لگا۔ اوہ تو یہ ہے ریڈ پوائنٹ اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا اور اُس کا رخ پائیلٹ کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ ''اب تم اس نقشے کے مطابق چلو گے۔'' نقشہ اُس نے اس کی طرف بڑھایا تھا۔

''رکھئے۔ بعد میں دیکھ لوں گا۔'' پائیلٹ مسکرا کر بولا۔

''تم ہوش میں ہو یا نہیں۔ میں کہہ رہا ہوں۔'' عمران نے ریوالور کو جنبش دی۔

''جیکوار کا بہت بہت شکریہ۔'' پائیلٹ نے اظہارِ مسرت کرتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''ہم سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں کرنل....!''

"اوہ....." عمران ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

"جیگوار نے میرے اطمینان کے لئے آپ کو یہ ہدایات دی ہوں گی۔ اُس نے کہا تھا کہ کرنل مکرم بھی اپنے ہی آدمی ہیں۔ لیکن مجھے یقین نہیں آیا تھا۔"

"تب تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔" کہتے ہوئے عمران نے ریوالور ہولسٹر میں رکھ لیا اور پائیلٹ نے کہا۔ "ہم دُنیا کو تیسری جنگ سے بچانا چاہتے ہیں کرنل اس لئے میرے ضمیر پر ذرہ برابر بھی بوجھ نہیں ہے۔"

"بالکل..... بالکل۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "مجھے ہر حال میں اپنا ہم خیال پاؤ گے۔"

"بہرحال ہم اصلی منزل کی طرف جا رہے ہیں۔"

"ذرا دیکھ لو کہیں ٹیپ ریکارڈر اور کیمرہ تو نہیں کھلے ہوئے ہیں۔"

"نہیں کرنل ایسا کیونکر ممکن ہے۔"

"پھر بھی دیکھ ہی لو۔"

"اس نے دیکھا اور چیخ پڑا۔ بائی گارڈ دونوں چل رہے ہیں۔ مگر یہ ہوا کیسے؟ میں نے تو خصوصیت سے دھیان دیا تھا اس پر۔"

"میں ہی نہ جانوں گا۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔"

اس نے فوری طور پر کیمرہ اور ٹیپ ریکارڈر کے سوئچ آف کر دیئے۔

"سوال یہ ہے کہ سوئچ آن کس نے کیا۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

"کیا تم نے اپنے ہیلی پیڈ ہی پر اُسے بند کر دیا تھا؟"

"ہاں کرنل مجھے اچھی طرح یاد آیا۔"

"تب پھر تم لوگ ایک دوسرے کو اس حیثیت سے نہیں جانتے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"کیا تم تینوں دوست ان سے ملے ہوئے ہو۔"

"جی نہیں صرف..... میں۔ وہ دونوں نہیں جانتے۔"

"اچھا تو ایسا کرو ہیلی کوپٹر کو کسی مناسب جگہ اُتار دو۔ چند ضروری باتیں کر کے پھر آگے

بڑھیں گے۔"

"جیسا حکم کرنل.... وہ دیکھئے وہ چٹان جس کا بالائی حصہ مسطح اور کشادہ ہے۔"

"یہ تم جانو۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

اس نے بڑی احتیاط سے ہیلی کوپٹر کو اسی جگہ اُتار دیا اور عمران نے اس سے کہا۔ "کچھ دنوں پہلے کی بات ہے ایک انجینئر پائیلٹ آزمائشی پرواز سے واپسی پر مر گیا تھا۔"

"جی ہاں.... وہ تھا بیچارہ۔"

"اُس کا کیمرہ اور ٹیپ ریکارڈر آئی۔ ایس۔ آئی والوں نے نکلوالیا تھا۔"

"اس کا علم تو مجھے نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ بہرحال ٹیپ ریکارڈر اور کیمرے نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ آزمائشی پرواز پر تنہا نہیں تھا۔ اُس کے ساتھ کوئی غیر ملکی عورت بھی تھی دونوں کی گفتگو کے ریکارڈ سے یہ بھی ثابت ہو گیا تھا کہ وہ عورت انہی لوگوں کے گروہ سے تعلق رکھتی تھی جن کے لئے آج ہم سنگزاد کی لاش لے جا رہے ہیں۔"

"نہیں۔" پائیلٹ بوکھلا گیا۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا۔ مقصد یہ ہے کہ تم وہاں ان لوگوں کی فراہم کردہ کوئی چیز کھاؤ پیؤ گے نہیں۔ اب اِس ٹیپ ریکارڈر کی وہ گفتگو اریز کر کے دوسری گفتگو ریکارڈ کرو تاکہ واپسی پر یہ ثابت ہو سکے کہ کرنل مکرم نے ایک جگہ تم پر ریوالور تان کر ہیلی کوپٹر لینڈ کرنے کو کہا تھا اور تم نے بے بسی سے اس کا حکم مانا تھا۔ اور پھر اُس نے ایک ویرانے میں سنگزاد کا تابوت اُتروالیا تھا۔ یہ اس لئے کہ یہ واقعہ چھپا نہیں رہ سکے گا۔ تمہیں جواب وہی کرنی پڑے گی۔ لہٰذا واپسی پر واویلا کر دینا.... اس طرح تمہاری گردن بچ جائے گی۔"

"لیکن آپ کا کیا ہو گا۔"

"ظاہر ہے کہ اَب میری واپسی نہیں ہو گی۔"

"کک.... کرنل صاحب اگر یہی بات ہے تو یہ لوگ کم از کم مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ میں آخر کس مصیبت میں پھنس گیا۔"

"پھنسے کس طرح تھے۔"

"بس تیسری جنگ سے بچاؤ کی تحریک ہم لوگوں میں شروع ہوئی تھی۔ جو غالباً انہی لوگوں کی چلائی ہوئی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ تمہارے ملک کو ہمارے ہی ساتھ رہنا چاہئے اس طرح تیسری جنگ سے بچاؤ ہو سکے گا۔"

"بہرحال ہم دونوں بُرے پھنسے ہیں۔" عمران نے کہا۔

"تو پھر کوئی ایسی صورت نکالئے کہ ہم دونوں یہیں رہ جائیں۔ واپس ہی نہ جائیں۔ یا کسی دوسرے ملک میں نکل چلیں۔"

"میں کوشش کروں گا کہ یہی ہو جائے لیکن دوسری صورت میں بھی تم نقصان میں نہیں رہو گے۔ یعنی گفتگو دوبارہ ریکارڈ کرو اور واپس چلے جاؤ۔ چھان بین ہو تو اسی چٹان کی نشاندہی کر دینا اور کہنا کہ تابوت اُتروا لینے کے بعد پھر میں نے تمہیں وہاں نہیں رکنے دیا تھا۔"

"اچھی بات ہے تو یہی کر لیجئے۔ لیکن آخر یہ ہمیں مار کیوں ڈالتے ہیں؟"

"صرف انہیں مارتے ہیں جو اُن کا وہ ٹھکانا دیکھ لیتے ہیں۔"

"بات سمجھ میں آنے والی ہے۔ بہرحال وہ یہاں جو کچھ بھی کر رہے ہیں غیر قانونی ہے۔ آخر میری عقل کو کیا ہوا تھا۔"

"ہو جاتی ہیں ایسی غلطیاں اور پھر یہ غیر ملکی ایجنٹ تو سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں دیتے۔ اس طرح اپنا پن ظاہر کرتے ہیں کہ شدت جذبات سے مخاطب کی زبان گنگ ہو جائے۔"

تھوڑی دیر بعد دونوں ٹیپ کئے جانے والی گفتگو کا ریہرسل کر رہے تھے۔ پھر وہ گفتگو ٹیپ بھی کر لی گئی اور ہیلی کوپٹر دوبارہ پرواز کرنے لگا۔

"لیکن تم لوگوں کو راستے کا علم کیونکر ہوتا ہے؟"

"انہی لوگوں کی طرف سے نقشہ ہمیں بھجوایا جاتا ہے۔"

"کتنے چالاک لوگ ہیں ہمارے ملک کے خلاف سازش کر رہے ہیں اور ہماری فوج کے ہیلی کوپٹر استعمال کرتے ہیں۔ ابھی کتنی اور پرواز باقی ہے۔"

"ایک گھنٹے کی۔"

"بس میری ہدایت یاد رکھنا کہ جیسے ہی تابوت اُتر چکے فوراً ہیلی کوپٹر اڑا لے جانا سمجھے۔"

"یہ زیادہ مناسب ہوگا کرنل صاحب، میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔"

"پرواہ نہ کرو۔ یہ سارا زہر میں خود پینا چاہتا ہوں۔ بقیہ لوگ بچے رہیں تو بہتر ہے۔"

"آپ مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے کرنل۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ پرواز جاری رہی۔ ایک جگہ ہیلی پیڈ کے آثار نظر آئے اور نیچے سے کچھ اشارے بھی موصول ہوئے۔

"یہیں لینڈ کرنا ہے۔" عمران نے کہا۔ "بس جیسے ہی تابوت اتر جائے تم پرواز کر جانا۔"

"لیکن میں جاؤں گا کہاں۔"

"پھر وہی بیوقوفی کی باتیں اپنی کور میں واپس جانا اور کیمرہ اور ٹیپ ریکارڈر ان کے حوالے کر دینا تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

"جیسا آپ فرمائیں کرنل لیکن مجھے آپ کے بارے میں تشویش رہے گی۔"

"میری فکر نہ کرو۔ میں ہزار سال پُرانا گدھ ہوں۔"

ہیلی کوپٹر کے لینڈ کرتے ہی دس بارہ آدمیوں نے ہیلی کوپٹر کو گھیر لیا۔

عمران نیچے اُتر گیا۔ اُن افراد میں سے ایک اُس کی جانب بڑھ کر بولا۔ "خوش آمدید کرنل.. میں جیگوار کا نمائندہ ہوں۔"

دونوں نے گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ سنگوار کا تابوت اُتارا جا رہا تھا۔ دفعتاً عمران کی نظر ایک بورڈ پر پڑی جس پر وارننگ تحریر تھی۔ "پائیلٹس کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ پرواز کی اجازت ملے بغیر پرواز نہ کریں ورنہ ہیلی کوپٹر کو فضا ہی میں تباہ کر دیا جائے گا۔"

اس کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں پھوٹ آئیں اور اس نے بوکھلا کر پائیلٹ کی طرف دیکھا جسے وہ فوراً پرواز کر جانے کی ہدایت دے چکا تھا۔ لیکن اس نے دیکھا کہ پائیلٹ کی نظر بھی اُس وارننگ پر جمی ہوئی ہے اور وہ بھی اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہا ہے۔ پھر دونوں کی نظریں بے بسی کے سے انداز میں ملیں اور جھک گئیں۔

وہ تابوت اُتار کر ایک جانب چلے گئے۔ جیگوار کا نمائندہ عمران کے قریب اب بھی موجود تھا۔

جب تابوت چٹانوں کے درمیان نظروں سے اوجھل ہو گیا تو اس نے عمران سے کہا۔ "چلئے جناب۔" عمران اس کے پیچھے چلنے لگا۔ پائیلٹ نے بے بسی سے اُس کی طرف دیکھا تھا۔ لیکن وہ کر ہی کیا سکتا تھا۔

چٹانوں سے گذرتے ہوئے۔" وہ ایک درے میں داخل ہوئے پھر ایک غار میں اترے تھے۔ اندر کی تعمیرات عمران کے لئے نئی نہیں تھیں۔ بارہا ایسی زمین دوز تعمیرات سے سابقہ پڑچکا تھا۔

عمران کی نظر سب سے پہلے کلارا ڈکسن پر پڑی۔ سامنے ہی کھڑی مسکرا رہی تھی۔

"خوش آمدید پروفیسر۔" اس نے آگے بڑھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں جیگوار کی پرسنل اسسٹنٹ ہوں۔"

"مل کر خوشی ہوئی۔" پروفیسر نے خشک لہجے میں کہا۔ "جیگوار کہاں ہے!"

"خدا جانے....!"

"کیا مطلب! میں تو سمجھا تھا کہ یہاں ملاقات ہوگی۔"

"ملاقات۔" وہ ہنس پڑی۔ پھر بولی۔ "میری تو آج تک ملاقات ہوئی نہیں ہے۔ تم ملاقات کرنے آئے ہو۔"

"بات اب بھی میری سمجھ میں نہیں آئی محترمہ!"

"ہمیں یا تو اس کے تحریری پیغامات ملتے ہیں۔ یا ہم ٹرانس میٹر پر اس کی آواز سنتے ہیں۔"

"اوہ۔ میں سمجھا۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "تو یہ جیگوار بہت محتاط آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"بہت زیادہ پروفیسر اور یہی وجہ ہے کہ اُس کا کوئی ساتھی کبھی اس سے غداری کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔"

"یہ بات تو ہے۔" عمران نے توصیفی لہجے میں کہا۔

"تم آرام کرو پروفیسر باتیں پھر ہوں گی۔ تھوڑی دیر بعد چائے یا کافی جو بھی پسند کرو اور رات کا کھانا آٹھ بجے۔"

"لیکن میں سب سے پہلے کسی ذمہ دار فرد سے ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"جیگوار کے بعد میں ہی ہوں۔" کلارا بولی۔

"یعنی تم اپنا اختیار بھی استعمال کر سکتی ہو۔"

"یقیناً پروفیسر....!"

"اچھا تو پھر...." عمران چاروں طرف دیکھ کر رہ گیا۔ انداز ایسا ہی تھا۔ جیسے گفتگو کے

دوران میں کسی تیسرے آدمی کی موجودگی پسند نہ کرتا ہو۔

"اُوہ....!" وہ ہنس کر بولی۔ "آؤ میرے ساتھ۔"

وہ اُسے ایک کشادہ کمرے میں لے آئی جہاں صرف چند کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور کسی قسم کی سجاوٹ نہیں تھی۔

عمران نے بیٹھتے ہی مطلب کی بات شروع کی۔ "میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ جیگوار کا ساتھ ہونے کے بعد سے میں نے تم لوگوں کے بارے میں خاصی چھان بین کی ہے۔"

"قدرتی بات ہے۔" وہ سر ہلا کر بولی۔ "یہ تو ہونا ہی چاہئے تھا۔ ورنہ پروفیسر شکور اور ایک عام آدمی میں کیا فرق رہے گا۔"

"ہیلی کوپٹر کے پائیلٹ کے ساتھ تمہارا رویہ مناسب نہیں ہے۔ چند ہی دن ہوئے ایک آزمائشی پرواز والے ہیلی کاپٹر کا پائیلٹ حیرت انگیز طور پر مر گیا تھا۔ پھر تم نے اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھی تھی کہ ٹیپ ریکارڈر اور کیمرے ہی کو چیک کر لیتے۔ اس طرح یہ بات ملٹری انٹیلی جنس تک پہنچ گئی اور وہ سنگزاو کے معاملے میں اور زیادہ محتاط ہوگئے۔"

"ہاں۔ یہ غلطی ضرور ہوئی تھی۔" کلارا نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"تم اسے غلطی سمجھتی ہو۔ حالانکہ دیدہ دانستہ ایسا کیا گیا تھا تاکہ آئی ایس آئی والے فوری طور پر سنگزاو کو اپنی تحویل میں لے لیں۔"

"میں جیگوار کے ہر معاملے سے آگاہ نہیں ہوں پروفیسر۔"

"تمہارا کوئی آدمی وہیں پائیلٹ کی نادانستگی میں کیمرے اور ٹیپ ریکارڈر کا سوئچ آن کر دیتا ہے۔"

"مجھے الجھن میں نہ ڈالو۔ ان سب معاملات کو وہی جانے۔ ہو سکتا ہے اس میں یہ مصلحت پوشیدہ ہو کہ کبھی کوئی پائیلٹ ہماری نشاندہی نہ کر سکے۔"

"سمجھ میں آنے والی بات ہے۔" عمران نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔ "لیکن تم لوگوں میں مجھے صرف یہ خامی نظر آتی ہے کہ تمہیں صرف کام نکالنے سے غرض ہوتی ہے دوسروں پر اعتما نہیں کرتے۔"

"یہ ہماری تنظیم کی بنیادی پالیسی ہے۔"

"لیکن میں نے اس پائیلٹ کے لئے وہ تدبیر کر دی ہے کہ اُسے زندہ ہی واپس بھیجا جا سکتا ہے۔"

پھر وہ اُسے بتاتا ہے کہ کس طرح اُس نے راستے میں ریہرسل کی تھی اور ٹیپ ریکارڈر اور کیمرے کو استعمال کیا تھا۔

"تم نے تو کمال کر دیا پروفیسر۔"

"وہ انہیں شمال کی طرف لے جائے گا جہاں اُسے جانا تھا۔ شمال مشرق کیطرف نہیں لائے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ محض تمہارے کہنے سے ہم اُسے بخش دیں گے۔ اب اُٹھو میں تمہیں تمہارا کمرہ دکھادوں۔"

عمران اٹھ گیا۔ جس کمرے میں اُسے وہ لائی تھی خاصا کشادہ تھا اور اُس کی سجاوٹ میں بڑے سلیقے سے کام لیا گیا تھا۔

"تھوڑی دیر بعد.... ہاں تم کافی پسند کرو گے یا چائے۔" کلارا نے پوچھا۔

"کافی بہتر رہے گی۔"

"سگار یا سگریٹ۔"

"میں دخانی جانور نہیں ہوں۔"

وہ ہنستی ہوئی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک بے حد حسین اور کم سے کم لباس والی لڑکی کافی لائی تھی۔

"بس اب تم جاؤ۔" عمران نے خشک لہجے میں کہا۔ "میں خود بناؤں گا اور پی لوں گا۔" وہ حقارت سے سر جھٹک کر چلی گئی۔

کافی بہت ہی عمدہ قسم کی معلوم ہوتی تھی۔ پہلے ہی گھونٹ پر ایسا لگا جیسے ساری تھکن کافور ہو گئی ہو۔ آنکھیں کھلتی چلی جارہی تھیں۔ ذہن کی حالت ایسی ہو رہی تھی جیسے عالم شیر خواری تک کی باتیں یاد آتی چلی جارہی ہوں.... پھر اچانک اس روشن ذہن پر غبار سا چھانے لگا جو آہستہ آہستہ گہری کہر میں تبدیل ہوتا جارہا تھا۔

خداوند تو کیا....؟ وہ بوکھلا کر اٹھ گیا۔ کافی میں کوئی نشہ آور چیز دی گئی تھی۔ بس دو قدم چلا اور لڑکھڑا کر ڈھیر ہو گیا۔

پھر آنکھیں کھلی تو وہ کمرہ نہیں تھا۔ یہاں کی چاروں دیواریں شیشے کی تھیں۔ اُن میں اپنا عکس دیکھ کر بُری طرح سمٹ گیا۔ بالکل برہنہ عمران تھا۔ پروفیسر شکور نہیں.... لیکن.... لیکن

اُس کے جسم پر تو لباس موجود تھا۔ اور چہرے پر ڈاڑھی بھی تھی۔ یعنی اب بھی کرنل مکرم کے میک اپ میں تھا۔

دفعتاً کمرے کی محدود فضا میں جیگوار کا قہقہہ گونجا اور پھر استہزائیہ انداز میں کہا گیا۔ "ہمیں دھوکا دینا آسان نہیں ہے مسٹر علی عمران....!"

"چلو تسلیم کرلیا کہ تم مجھ سے زیادہ عقل مند ہو لیکن خدارا اب مجھے یہاں سے اور کہیں منتقل کرو۔ ورنہ میں کتوں کی طرح بھونکنے لگوں گا۔"

"تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کی جائے گی۔ کیونکہ تم بہر حال ہمارے کام آئے ہو۔"

دفعتاً شیشے کی ایک دیوار تھوڑی سی سرک گئی اور عمران بستر سے اُٹھ کر دوڑتا ہوا دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا۔

اس کمرے میں صرف ایک بستر تھا اور دو کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ "ایک قدم آدم آئینہ بھی تھا۔ عمران نے بوکھلا کر اس میں اپنا جائزہ لینا شروع کیا۔ کرنل مکرم کا میک اپ بدستور قائم تھا۔

اَب اُسے بدقسمت پائیلٹ یاد آیا۔ اُس کے سلسلے میں بھی ضرور وعدہ خلافی کی گئی ہو گی یا پھر....؟ خیالات کی رو پھر اپنی جانب پلٹ آئی۔ شائد وہ اُسے بہت پہلے پہچان چکے تھے۔

دفعتاً اس کمرے میں بھی جیگوار کی آواز سنائی دی۔ "کیوں مسٹر عمران اب کیا خیال ہے۔"

"اب میرا کوئی خیال نہیں ہے۔ ایک بے بس بٹیر کی طرح جال میں آپھنسا ہوں۔"

"اور تمہیں اس سے خاصی پریشانی ہو گئی ہے۔"

"پریشانی جیسا لفظ میری ڈکشنری میں نہیں پایا جاتا۔"

"ہم دیکھیں گے کہ تم کتنے دلیر ہو۔"

"یہ دلیری نہیں بلکہ عادت ہے۔ دلیری کا مظاہرہ مجبوراً کرنا پڑتا ہے۔ ورنہ آج کی دنیا میں رکھا ہی کیا ہے جس کے سلسلے میں دلیری دکھائی جائے۔"

"تمہارے اس خیال سے میں متفق نہیں ہوں۔ دراصل پروفیسر شکور سے متعلق ہماری معلومات ناقص تھیں۔ ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ زنجبار میں ہمارا قیدی ہے۔"

"ارے مروادیا۔" عمران کراہ کر رہ گیا۔

"اور سنو راشد پٹھان بھی تم ہی تھے۔"

"دراصل مجھے اس مظلوم لڑکی سے وہ ہو گئی ہے۔"

"یہاں بھی تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تمہیں آج تک کسی سے بھی وہ نہیں ہوئی۔"

"اَب ہو گئی ہے اس لئے کہ وہ آدھی مرد ہے اور میں آدھا عورت ہوں۔"

"خیر ہمیں اس سے کیا سروکار۔"

"ہاں تو میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ کس قسم کا برتاؤ ہو گا۔"

"وہ یہی سوال پورو نے سکندر سے کیا تھا۔ لہٰذا میرا جواب سکندر کے جواب سے مختلف نہیں ہو گا۔ اس نے پورو کو یونانی نام پورس سے نوازا تھا.... میں بھی....!"

"بیوقوف بنانے کی ضرورت نہیں۔ ویسے کیا میری ذات سے تم لوگوں کو کوئی نقصان پہنچا ہے۔ وہ میں ہی تھا جس کے اصرار پر سنگوادا اپنے آفس تک پہنچا تھا۔"

"ڈیوڈ کی موت کا باعث تم ہی بنے تھے۔"

"کیا وہ احمق اس قابل تھا کہ زندہ رکھا جاتا؟"

"آہا.... تو تم یہاں بھی ہمارے کام آئے ہو۔"

"بالکل بالکل....!"

"چلو یہ بھی تسلیم۔ لیکن کیا تم اپنی صلاحیتوں کو ضائع نہیں کر رہے ہو۔ کیا ہاتھ لگا ہے تمہارے ہمارے ساتھ ہوتے تو اس وقت سوئٹزر لینڈ کے کسی بنک میں تمہارے لاکھوں ڈالر جمع ہوتے۔ ہم نے اس وقت بھی تمہارا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی تھی جب زیرو لینڈ والوں نے مریخ کا اسکینڈل چلایا تھا۔"

"ہاں مجھے یاد ہے اور میں نے تنہا اُس مریخ کو تباہ کیا تھا۔"

"تنہا کام کرنا تمہارا ایک دانش مندانہ فیصلہ تھا۔ ہماری تنظیم کے ماہرین نے جب پورے معاملے کا تجزیہ کیا تو اُن کی یہی رائے تھی۔ بھیڑ بھاڑ سے کھیل بگڑ جاتا۔ زیرو لینڈ والے پورے پورے بریگیڈ تباہ کر دیتے۔ لیکن پھر پوچھوں گا تمہیں اس سے کیا حاصل ہوا۔"

"آج تک کوئی تمغہ بھی نہیں ملا۔ لیکن بہرحال میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میں اپنی قوم کے کام آیا۔ اپنے ملک کے لئے قربانی دی۔"

"ہمارے ساتھ مل کر بھی تم اپنے ملک ہی کی خدمت کرو گے۔ موجودہ قیادت ہم سے

فرنٹ ہو گئی ہے۔ حالانکہ یہ اس کی غلطی ہے اور اُسے ایک دن اعتراف کرنا پڑے گا کہ اس سے غلطی ہوئی تھی۔"

"سنو مسٹر جیگوار مجھے نہ سیاست سے دلچسپی ہے اور نہ قیادتوں سے۔ میں تو صرف زمین کے اُس ٹکڑے کے تحفظ کو اپنا ایمان سمجھتا ہوں جو میرا ملک کہلاتا ہے۔"

"آخر ہماری ذات سے زمین کے اُس ٹکڑے کو کیا نقصان پہنچا۔ کیا ہماری ہی امداد سے تم اپنے پیروں پر نہیں کھڑے ہوئے۔"

"ہو سکتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی ہم آزاد رہنا چاہتے ہیں۔ انگریزوں کی سیاسی غلامی سے آزاد ہونے کے بعد کسی کی اقتصادی غلامی قبول کرنے پر تیار نہیں۔"

"دراصل تم لوگ غلامی کومپلکس کا شکار ہو گئے ہو پوری قوم کا نفسیاتی تجزیہ ہونا چاہئے۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد خاموش رہ کر جیگوار بولا۔ "اچھا اب تم آرام کرو۔ پھر باتیں ہوں گی۔"

پھر سناٹا چھا گیا۔ عمران تیزی سے اپنی کھوپڑی سہلاتا رہا تھا۔



رات کے کھانے کی میز پر عمران تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ کلارا ڈکسن بھی تھی اور اس کا ساتھی رابرٹو بھی۔

"سنا ہے کہ تم بہتیرے ایسے فنون سے واقف ہو جو اَب مفقود ہیں۔" کلارا نے عمران سے کہا۔

"کسی نے ہوائی چھوڑی ہو گی۔ میں تو سیدھا سادھا عمران ہوں۔"

"اگر تم پر پے در پے فائر کئے جائیں تو تم خود کو بچا لو گے۔"

"بشرطیکہ صرف ایک آدمی فائر کر رہا ہو۔"

"یہ بھی بڑی بات ہے۔"

"اگر تمہیں کسی پتھر کے آدمی سے ٹکرانا پڑے تو کیا کرو گے۔"

"نہایت اطمینان سے مارا جاؤں گا۔"

"نہیں مجھے یقین ہے کہ تم کسی نہ کسی طرح خود کو بچا لے جاؤ گے۔"

"کہیں امتحان نہ لے بیٹھنا۔"

"یہاں اس ویرانے میں ہم تفریح کو ترس گئے ہیں۔ لہٰذا میں نے یونٹ میں اعلان کرادیا ہے کہ دس بجے شب ایک تفریحی پروگرام ہوگا۔"

"مارا گیا؟" عمران کراہ کر رہ گیا۔ "جان ہی لینا چاہتی تو اب کے کافی میں زہر دے دینا خواہ مخواہ تھکا کر مارنے سے کیا فائدہ۔"

"ہم تمہیں زندہ دیکھنا چاہتے ہیں مسٹر عمران۔ جیکوار نے تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے۔"

"جیکوار..... میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"اپنا ایکس ٹو سمجھ میں آ گیا ہے۔"

"خدا کی پناہ تم یہ بھی جانتی ہو۔"

"جولیانا فٹنر واٹر نے بتایا تھا۔"

"کنفیشن چیئر بُری بلا ہے۔" عمران نے کہا اور اُداس ہو گیا۔

"مجھے یقین نہیں ہے مسٹر عمران کہ تم اپنے چیف کی شخصیت سے واقف نہ ہو گے۔"

"بٹھادو۔ مجھے بھی کنفیشن چیئر پر۔ میں تمہارا کیا بگاڑ لوں گا۔"

"مجھے یقین آ گیا کہ تم بھی نہیں جانتے۔" وہ جلدی سے بولی۔

"یہ معلوم کر کے کرو گی کیا۔ ہم لوگ تمہاری طرح اپنی حکومت کی پالیسیوں پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔"

"کیا تم پیٹ بھر کر کھانا کھا لینے کے بعد اپنے کرتب دکھا سکو گے۔"

"ہرگز نہیں۔ کیونکہ اُس صورت میں مجھے نیند آنے لگتی ہے۔"

"لہٰذا اب بس کرو۔"

"بس کیا۔" عمران نے نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا۔

اور کلارا نے رابرٹو سے کہا۔ "تم جا کر انتظام کرو۔ ایک گھنٹے بعد ہم ہال میں پہنچ جائیں گے۔"

رابرٹو نے بھی ہاتھ روک لئے اور فوری طور پر اٹھ گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد کلارا نے عمران سے کہا۔ "اب ہم کچھ دیر کھلی ہوا میں بیٹھیں گے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔"

"میں بھی یہی چاہتا تھا۔ لیکن چونکہ اَب میں تمہارا قیدی ہوں لہٰذا اپنی کسی خواہش کا اظہار

نہیں کر سکتا۔"

کلارا کچھ نہ بولی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے عمران کو اُٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ غار سے نکل کر وہ کھلے آسمان کے نیچے آگئے اور کلارا طویل سانس لے کر بولی۔ "کبھی میں بھی آدمی تھی۔"

"اوہو۔ تو اب کیا ہو...؟"

"اب میں صرف ایک روبوٹ ہوں۔ کبھی میرے بھی جذبات واحساسات تھے لیکن اب سب کچھ ایک مرکزی مشین کے قبضے میں ہے۔ ہم اب پتھر کے آدمی ہیں۔ اس بھیڑ میں تمہیں سب ہی سنگزاد ملیں گے۔"

"میرے لئے بڑی عجیب اطلاع ہے۔"

"ہاں ہم سب پتھر ہوگئے ہیں۔ اس وقت میں انسانیت کے جامے میں ہوں۔ لیکن اگر ابھی کوئی مرکزی مشین کو حرکت دے دے تو میں تمہارے لئے درندہ بن جاؤں گی۔"

"تو تم مجھ گوشت پوست کے انسان کو پتھروں سے لڑانا چاہتی ہو۔"

"میں یہ ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ آدمی اب بھی مشین سے برتر ہے۔ جیگوار سے میری بحث ہوگئی ہے۔ وہ مشین کی برتری کا قائل ہے۔"

"یہ چھوٹا کرسٹل اور بڑا کرسٹل کیا بلا ہے؟"

"ہمارے مغز کا آپریشن کر کے اس میں رکھے گئے ہیں یہ دونوں کرسٹل اور یہی ہمیں آدمی سے روبوٹ بنا دیتے ہیں۔ یعنی ہمارا ذہن مشین کے تابع ہو جاتا ہے۔ وہ کرسٹلز کو کنٹرول کرتی ہے اور کرسٹل ہمیں ذہنی اور جسمانی طور پر درندہ بنا دیتے ہیں۔ لیکن میں تمہیں ایک گُر کی بات بتاؤں۔ تھکن کے معاملے میں ہم آدمی ہی ہیں۔ روبوٹ نہیں بن سکے۔ تمہارے سائیکو مینشن میں ہنگامہ برپا کرنے کے بعد مجھے تین دن تک آرام کرنا پڑا تھا۔ کیا سمجھے۔"

"اچھی طرح سمجھ گیا۔"

"اَب پھر واپس چلو۔ خاصی تازہ ہوا حاصل کر لی۔"

وہ کچھ دیر بعد پھر اُسی کمرے میں تھے۔ جہاں عمران کا قیام تھا۔ عمران نے نہ صرف خاموشی اختیار کر لی تھی بلکہ آنکھوں میں تشویش کے آثار بھی پیدا کر لئے تھے۔

"کیا تم خائف ہو عمران۔" کلارا ڈکسن نے پوچھا۔

"نہیں مجھے وہ منظر یاد آیا ہے جب تم نے خونخوار چوہوں کو دیکھ کر قہقہہ لگایا تھا۔ کبھی کوئی عورت اتنی اچھی نہیں لگی جتنی اچھی تم اس وقت مجھے لگی تھیں۔ کیونکہ دلیر سے دلیر عورت بھی کم از کم تمہارے ملک میں چوہا دیکھ کر ضرور چیخ اٹھتی ہے۔"

"اور تمہارے ملک کی عورت!"

"وہ تو صدا کی چوہے مار ہے۔"

"میں سمجھی نہیں....!"

"گھر کے چوہے مارنا اُس کے فرائض میں شامل ہے۔"

"تو لوگ واقعی عجیب ہو۔" کلارا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اچھا تو چلو اب ہال میں چلیں۔"

"کیا یہ تفریح جیگوار کے علم میں ہے؟"

"اس کے حکم کے بغیر تو یہاں کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔"

وہ اُسے اس بڑے ہال میں لے آئی جو کسی اسٹیڈیم کا منظر پیش کر رہا تھا۔ تماشائیوں کے لئے اسٹال بنے ہوئے تھے اور ہال کے وسط میں اَیرینا تھا۔ عمران کو دوسروں پر چھوڑ کر وہ آگے بڑھتی چلی گئی۔ تماشائی اُسے دیکھ کر اپنی جگہوں سے اٹھ گئے تھے پھر اس کے صدر نشین ہونے کے بعد وہ بھی بیٹھ گئے۔ رابرٹو اُس کی کرسی کے قریب مؤدب کھڑا تھا۔ پھر وہ کلارا کے اشارے پر آگے بڑھا اور مجمعے کو مخاطب کر کے بولا۔ "پتھر کے آدمیو! اس وقت تمہارے درمیان ایک حیرت انگیز آدمی موجود ہے۔ لیکن وہ تمہاری طرح پتھر کا نہیں ہے۔ اس کے باوجود بھی ہمارے بہترین لڑاکے اور نشانہ باز اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ سب سے پہلے وہ گولیوں سے بچنے کا مظاہرہ کرے گا۔ ہمارا سب سے اُتم نشانہ باز ایڈگر اس پر ریوالور سے چھ فائر کرے گا۔"

اس نے وہیں کھڑے کھڑے عمران کو ایرینا میں آنے کا اشارہ کیا۔ عمران کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ اس نے رابرٹو سے کہا۔ "سی نیور رابرٹو اپنے نشانہ باز کو یہ ضرور سمجھا دینا کہ مجھے اَیرینا کے ایسے ہی رخ پر رکھے گا کہ اُس کی خطا کی ہوئی گولی کسی تماشائی کے نہ لگ جائے۔"

"اس کا خیال رکھا جائے گا مسٹر عمران۔" رابرٹو نے شاہانہ انداز میں کہا اور پھر اُن کا نشانہ باز بھی بڑے شاہانہ انداز میں ایرینا میں داخل ہوا تھا۔ اس نے پہلا فائر کیا لیکن بے اثر... عمران نے محض پینترہ بدل کر وار خالی دیا تھا۔ غالباً نشانہ باز بھی اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ مقابل کس قسم کا

شعبدہ کار ہے۔ پھر اُس نے پے در پے دو فائر کئے۔ عمران گویا ہوا میں اڑ رہا تھا۔ تین فائر بے اثر ہو چکے تھے۔ مجمع پر سناٹا چھا گیا تھا نشانہ باز کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ ادھر عمران نے قہقہہ لگا کر اُسے جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا اور اُس نے بقیہ تین فائر بھی جھونک مارے لیکن سنگ آرٹ تو شائد لازوال تھا۔ عمران ایک جانب کھڑا مسکرا رہا تھا۔

پھر فضا تالیوں کے شور سے گونج اٹھی اور نشانہ باز سر جھکائے ہوئے ایرینا سے نکل گیا۔

"مسٹر عمران۔" رابرٹو نے اونچی آواز میں پوچھا۔ "دوسرے آئیٹم کیلئے کتنا وقت لو گے۔"

"صرف دس منٹ۔ سی نیور رابرٹو.." عمران نے جواب دیا اور پھر تالیوں کا شور گونجنے لگا۔

"مسٹر عمران تمہارا مقابل قد میں تم سے کم از کم ایک فٹ اور ایک انچ اونچا ہوگا۔ تمہیں اس پر اعتراض تو نہیں۔" رابرٹو نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں.... دو فٹ دو انچ بھی اونچا ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔" عمران نے جواب دیا۔

پھر تالیوں سے ہال گونجنے لگا اور کلارا نے عجیب نظروں سے رابرٹو کی طرف دیکھا لیکن کچھ بولی نہیں۔ تماشائی بہت محظوظ ہو رہے تھے۔

دس منٹ بعد عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ "میں تیار ہوں...."

پھر تالیاں بجیں ساتھ ہی ایک دیوزاد ایرینا میں داخل ہوا جس کا قد سات فٹ سے کسی طرح کم نہ رہا ہوگا اور یہ ایک سیاہ فام آدمی تھا۔ عمران کو دیکھ کر اس نے ایک ہذیانی سا قہقہہ لگایا اور پھر اس طرح جھکا جیسے عمران کو اٹھا کر اپنے کاندھے پر بٹھالے گا۔ عمران نے بڑی پھرتی سے اُس کی کھوپڑی پر دونوں ہاتھ ٹکائے اور اس کے اوپر سے گذرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا اور وہ سیدھا کھڑا ہو کر ہونقوں کی طرح اُسے گھورنے لگا۔ ہال تالیوں کے شور سے گونج رہا تھا۔ سچ مچ تفریح کو ترسے ہوئے لوگ معلوم ہوتے تھے۔ اس بار دیوزاد نے اُس پر چھلانگ لگائی یہ انداز عمران کے لئے متوقع تھا لہٰذا غافل نہیں تھا اس بار وہ اس کی ٹانگوں کے درمیان سے نکل گیا۔ نہ صرف نکل گیا بلکہ گردن پر ایک لات بھی رسید کر دی۔ وہ کسی جڑ سے اکھڑے ہوئے درخت کی طرح فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ پھر تالیاں بجیں اس بار وہ اٹھا تو بے حد خونخوار ہو گیا تھا کسی بپھرے ہوئے ریچھ کی طرح جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہا تھا اور عمران اُسے پورے ایرینا میں دوڑائے

پھر تا رہا۔ تالیاں بجتی رہیں۔ شور ہوتا رہا۔ بالآخر وہ دیوزاد تھک کر گر پڑا۔

پھر تو ایسا معلوم ہونے لگا تھا جیسے ہال کی چھت ہی اڑ جائے گی۔ کچھ لوگ ایک اسٹریچر اٹھائے ہوئے ایرینا میں داخل ہوئے اور دیوزاد کو اٹھالے گئے۔

"کچھ اور.... کچھ اور....." مجمع چلایا۔

"خواتین و حضرات" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "آج بس اتنا ہی۔ بقیہ کل۔ کل اس سے بھی بہتر کرتب دیکھئے گا۔"

"نہیں نہیں.... ہم تمہیں بھی تھکا کر مار ڈالیں گے۔" کئی آوازیں آئیں دفعتاً کلارا ڈکسن اٹھ گئی اور ہاتھ ہلا کر چیخی۔ "بکواس بند کرو اور خاموشی سے ہال خالی کر دو۔"

مجمع پر سناٹا چھا گیا۔ اور لوگ خوفزدہ انداز میں اٹھنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہال خالی ہو گیا اور وہاں ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہ رہ گیا۔

ربرٹو اور کلارا بھی ایرینا میں عمران کے قریب ہی آکھڑے ہوئے تھے۔

"واقعی اپنے فنون کے ماہر ہو۔" کلارا نے عمران سے کہا۔

"شکریہ۔ اگر میں پہلے سے تھکا ہوا نہ ہوتا تو انہیں ہرگز مایوس نہ کرتا۔"

"کوئی بات نہیں۔ پھر سہی!" رابرٹو بولا۔

وہاں سے وہ سیدھے کمرے میں آئے تھے۔ جہاں عمران مقیم تھا۔

"اپنی تھکن اُتارنے کے لئے تم کیا کرو گے۔" رابرٹو نے پوچھا۔

"تھکن کی قاتل صرف میٹھی نیند ہی ہو سکتی ہے۔" عمران نے جواب دیا۔

"تم جا سکتے ہو۔" دفعتاً کلارا نے رابرٹو سے کہا اور وہ اٹھ کر چلا گیا۔ وہ تھوڑی دیر تک عمران کو بغور دیکھتی رہی پھر بولی۔ "سونے سے پہلے کچھ دیر کے لئے پھر کھلی ہوا میں چلو۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "کچھ ایسا زیادہ تھکا ہوا بھی نہیں ہوں۔"

وہ پھر غار سے نکل کر ہیلی پیڈ کی طرف آئے اور دفعتاً عمران نے سوال کیا۔

"اُس پائیلٹ اور ہیلی کوپٹر کا کیا ہوا۔"

"جیگوار کے حکم کے مطابق دونوں کو تباہ کر دیا گیا۔ وہ تمہارے نکتہ نظر سے متفق نہیں تھا۔"

"تو پھر اَب اگر اپنی خیریت چاہتی ہو تو یہاں سے ہیلی پیڈ کی علامات ہٹالو۔ میں نے انہیں

ایک خاص راستے پر ڈالنے کی کوشش کی تھی اب وہ پورے کوہستان میں چکراتے پھریں گے۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔ صبح تک یہاں سے علامات ہٹا دی جائیں گی۔ جیگوار بھی اسے سمجھتا ہے تم سے پہلے ہی اُس نے یہ مشورہ دیا تھا۔"

"یہ جیگوار میری عقل سے چمٹ کر رہ گیا ہے۔" عمران بڑبڑایا۔

"اور تمہارا نشانہ کیسا ہے؟"

"لوگوں کا خیال ہے کہ چھ گولیوں میں سے ایک بھی ٹارگٹ سے باہر نہیں جائے گی۔"

"میں دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"اگر ریوالور ہو تمہارے پاس تو واپسی پر تہہ خانے والی سیڑھیوں پر اس کا بھی مظاہرہ کر سکوں گا۔ زینے جہاں سے شروع ہوں وہاں ایک ٹارگٹ بنا دینا ایک ایک زینہ اُتروں گا اور مڑ کر فائر کروں گا۔ اگر ایک گولی بھی ٹارگٹ کو مس کرے تو وہیں گولی مار دینا۔"

"میں یہ مظاہرہ بھی دیکھوں گی۔ ریوالور ہے میرے پاس۔ چلو واپس چلیں۔"

"کھلی ہوا میں کس لئے آئی تھیں؟"

"دراصل میری سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ تم سے ملاقات ہونے کے بعد سے مجھے کیا ہو گیا ہے۔"

"کھلی ہوا میں غالباً اس لئے آتی ہو کہ ہماری گفتگو جیگوار تک نہ پہنچ سکے۔"

"تمہارا خیال بالکل درست ہے۔ لیکن تم سے کیا کہنا چاہتی ہوں یہ ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا۔"

"واقعی تم اپنے کرسٹل نکلوا دو۔"

"میں نے جیگوار سے درخواست کی ہے۔ شائد منظور ہو جائے۔ لیکن مجھے اس کو راز ہی رکھنا پڑے گا کہ اَب میں روبوٹ نہیں رہی۔"

"وہ کس لئے؟"

"کمتر سمجھی جاؤں گی اور پھر وہ لوگ میرے احکامات نہیں مانیں گے۔ جیگوار نے مجھے یونٹ کا انچارج بنایا ہے۔"

"کہیں وہ تم سے محبت تو نہیں کرتا۔"

"میں نہیں جانتی۔"

"کیا تمہیں اُس سے محبت نہیں ہے۔"

"میں اُس سے خائف رہتی ہوں اس لئے محبت کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ خیر ختم کرو اس قصے کو یہ لو ریوالور۔"

وہ زینوں کے قریب پہنچ گئے تھے۔ داخلے کے دروازے پر کلارا نے کوئلے سے ایک دائرہ بنا کر ٹارگٹ مقرر کیا اور خود جلدی جلدی نیچے اُتر گئی۔ عمران ایک زینہ اُتر کر مڑا اور فائر کر دیا۔ پے در پے اسی طرح زینے اُتر اُتر کر چھ فائر کئے اور نیچے پہنچا تو وہ نتیجہ دیکھنے کے لئے اوپر دوڑ گئی۔ واپس آئی تو اُس کے چہرے پر حیرت کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔

"واقعی تم حیرت انگیز ہو۔ ایک گولی بھی ٹارگٹ کے باہر نہیں گئی۔"

"شکریہ! میرے اپنے لوگوں کی نظروں میں ان چیزوں کی کوئی وقعت نہیں وہ صرف کام چاہتے ہیں۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ عمران کے کمرے کے قریب پہنچ کر اس نے کہا۔ "اب شائد تم کافی پینا پسند کرو گے۔"

"واقعی بڑی شدت سے طلب محسوس ہو رہی ہے۔" عمران نے کہا۔ وہ اب بھی کرنل مکرم ہی کے میک اپ میں تھا۔ یعنی چہرہ بدستور ڈاڑھی دار تھا۔ نہ کسی نے میک اپ اتارنے کو کہا اور نہ اُس نے اُتارا۔

"اچھا تو تم چلو اپنے کمرے میں۔ میں کافی بھجواتی ہوں۔"

"کسی مرد سے بھجوانا۔ مجھے وہ لڑکی اچھی نہیں لگتی۔"

"اوہو۔ وہ اس زیر زمین بستی کی سب سے زیادہ خوبصورت لڑکی ہے۔"

"قطعی نہیں۔ یہاں تم سب سے زیادہ خوبصورت ہو۔"

"شکریہ! میں اس تعریف کو کیا سمجھوں۔"

"خالص تعریف! اس میں کسی قسم کی بھی ملاوٹ نہیں ہے۔"

وہ اُسے کمرے کے سامنے چھوڑ کر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک مرد ہی کافی لایا تھا۔ اعلیٰ درجے کی کافی تھی۔ لیکن یہ کیا ہوا.... پھر وہی چکر۔ پھر مردودوں نے بیہوشی آور کافی پلوادی۔ کافی کی ٹرالی لانے والا جاچکا تھا۔

اَب کیا ہوگا۔ آخر اب کیا چاہتے ہیں۔ تو گویا ابھی تک کلارا اس سے کھیلتی رہی تھی۔ اونہہ ہوگا۔ جہنم میں جائے۔ نیند تو شاندار آئے گی۔ وہ پیالی ختم کر کے بستر پر لیٹا ہی تھا کہ

سناٹے میں جیگوار کی آواز گونجی۔

"کیا بے ہوش ہوگئے مسٹر عمران۔"

"نہیں بس ہونے ہی والا ہوں۔ آخر یہ کیا چکر ہے۔"

"اب تھوڑی سی تفریح میں بھی کرلوں گا۔" جیگوار کی آواز آئی۔

"میں نہیں سمجھا۔" عمران کو اپنی آواز ایسی لگی جیسے کسی کنوئیں کے اندر سے بول رہا ہو۔

"تم نے کلارا کو متاثر کیا ہے۔ لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا۔"

"وہ خود ہی متاثر ہوئی ہوگی۔ میں نے تو اس کے لئے کوشش نہیں کی تھی۔"

"یہ اور بُرا ہے۔"

"جہنم میں جاؤ۔" کہہ کر وہ کروٹ لینے ہی والا تھا کہ جیگوار کی آواز آئی۔

"تم سن رہے ہو مسٹر عمران۔"

"ہاں ابھی تو سن رہا ہوں۔"

"تو سنو! میری تفریح یہ ہوگی کہ میں تمہیں کرنل مکرم کی حیثیت سے تمہارے آئی ایس آئی والوں کے حوالے کردوں۔"

"نہیں!" عمران زور سے چیخا اور اٹھ بیٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن اس میں کامیاب نہیں ہوسکا۔

"تم پہلے بھی کوشش کرچکے ہو کہ سنگزاد کی لاش تمہیں مل جائے۔ لہٰذا وہ تمہارے ساتھ کیسا برتاؤ کریں گے۔"

"میں نہیں جانتا۔"

"میں جانتا ہوں مسٹر عمران، انہی لوگوں کے ہاتھوں تم اپنے انجام کو پہنچو گے۔"

عمران کی زبان سے آخری جملہ نکلا "پہنچ گیا۔"

اور پھر وہ سچ مچ خراٹے لینے لگا تھا۔ جیگوار کا قہقہہ کمرے میں گونجا۔ لیکن اب وہاں سننے والا کون تھا۔

---